لایکادون یفقہون حدیثا

یہ اٹل حقیقت ہے کہ کفروشرک کے اس تاریک دور میں اصلاحِ احوال کی کوشش صرف اسی طریقے پر ممکن ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اسوہ کے مطابق دعوت حق کو بے لاگ اور عریاں انداز میں اٹھایا جائے اور طاغوت کی نہ صرف یہ کہ نشاندہی ہو بلکہ اس کا کھل کر کفر کیا جائے، جس نے امت کو کفرو شرک اور جاہلانہ رسومات کے گورکھ دھندے اور شیطانی چکر میں پھنسا کر اللہ اور اس کے دین سے دور کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام کے برعکس ومقابل دین کا حامل بنا کر جہنم کے ابدی گڑھے کی طرف دھکیل دیا ہے۔ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ شرک کے خبیث پودے کو اکھاڑنے کی کوشش کی جائے اور اس پر اپنا نشیمن بنانے اور اس کی آبیاری کرنے والے خاموش بیٹھے رہیں۔ چنانچہ یہی ہوا کہ جب قبر پرستی کی جڑ، حیات فی القبر (مردہ میں قیامت سے پہلے اس کی روح کا واپس لوٹنا) کے عقیدہ کے بانی مبانی امام احمد بن حنبل پر ان کے اس عقیدے کی وجہ سے گرفت کی گئی تو اس شرک کی آبیاری کرنے والے خم ٹھونک کر مقابلے پر آگئے۔ ان میں سے کسی نے اس عقیدہ کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی تو کسی نے احمد بن حنبل کی "بلند شخصیت" کے خدوخال کو ابھارا۔ مقصد ہردو کی کاوشوں کا ایک ہی تھا، یعنی امام

احمد بن حنبل کی شخصیت اور انکے عقیدے کا تحفظ۔ ان کے علاوہ ایک کوشش یہ بھی ہو رہی ہے کہ اس عقیدہ کی نسبت' احمد بن حنبل کی طرف غلط قرار دیکر' ان کی شخصیت کے دفاع اور اس طرح ان کی حمایت کا حق ادا کردیا جائے۔ لیکن شخصیت پرستی کے تعلق سے یہ طرزِ عمل پہلی دو کوششوں سے بھی نسبتاً زیادہ بھونڈا ہے کیونکہ اس کیلئے ان لوگوں کو کتاب و سنت کے علاوہ تحقیق و نظر کے مسلمہ اصولوں سے بھی ہٹ کر محض ادھر ادھر کی مارنا پڑ رہی ہے۔ چنانچہ اس دعویٰ کے بارے میں علی وجہ البصیرت کہا جاسکتا ہے کہ یہ محض ہٹ دھرمی اور جہالت پر مبنی ہے اس لئے کہ احمد بن حنبل سے لیکر آج تک جس قدر بھی لٹریچر ان کے مسلک ومذہب' عقائد و نظریات اور تہذیب و اخلاق پر موجود ہے' تمام کا تمام اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ وہ (احمد بن حنبل) حیات فی القبر کے عقیدے کے حامل تھے۔

بدقسمتی سے اس طرح کی کوشش کرنے والوں کو' ان کے زعم اور دعوے کے برعکس' نہ تو علم ہے' نہ عربی زبان وادب کا ذوق اور نہ فن واصول سے کوئی واقفیت یا واسطہ! لہٰذا دلائل دینے کا ان کے پاس ایک ہی انداز رہ جاتا ہے جو منکرین حدیث کے یہاں پایا جاتا ہے چنانچہ اسی 'تضادات سے پر' انداز سے احمد بن حنبل کی شخصیت کے دفاع اور حمایت کی مہم کو چلایا جارہا ہے۔ منکرین حدیث کا لٹریچر دیکھ جائیے' جو دلائل وہ حدیث کی نبی علیہ السلام سے نسبت کے خلاف دیتے ہیں وہی دلائل یہ لوگ احمد بن حنبل کے عقیدے کی ان سے نسبت کے رد میں پیش کرتے ہیں۔ دلائل میں یہ مماثلت و یکسانیت ہر دو کے مشترکہ انداز پر گواہ ہے۔

حبل اللہ کے شمارہ نمبر ۱۱ میں احمد بن حنبل کے عقائد وافکار' نظریات و

رجحانات کا تعارف مع حوالہ 'نہایت اختصار کے ساتھ پیش کیا گیا تھا۔ تاکہ مخالفین کو اس پر مزید تحقیق کے بعد غور و فکر کرنے میں آسانی ہو اور حقائق سے چشم پوشی کرنے کے سلسلے میں اپنے طرز عمل کا جائزہ لینے اور اصلاح احوال کا موقع ملے۔ مگر ؏ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ! بالکل سیدھی اور واضح حقیقت کو تسلیم کرنے کے بجائے اسے رد کرنے کے لئے وہی ضد و تعصب پر مبنی رویہ اختیار کیا گیا۔ بے قید تنقید کا بازار گرم کرنے کے لئے نہایت خام اور خانہ ساز دلائل تیار کئے گئے اور اس طرح تحقیق کے نام پر علم و آگہی کا خون کیا گیا۔ چنانچہ جب "واتقوا اللہ حصہ دوم" میں ان کی توجہ اس طرز عمل کی طرف مبذول کرائی گئی تو پھر انہی پرانی تحریروں اور مضامین میں کہی گئی باتوں کی تکرار پر مشتمل (ضد اور ہٹ دھرمی کے اسی تسلسل میں) ایک نئی تحریر کو منظر عام پر لایا گیا۔ محتاط انداز میں مرتب کیا گیا یہ کتابچہ احمد بن حنبل کے دفاع کے مقصد کے تحت ہی شائع کیا گیا ہے۔ اس کتابچہ کے بظاہر مصنف تو تجلیٰ خان آف کریم مروزئی ہیں مگر اس میں ان کے گروہ کے دیگر عالموں کی تحریروں کی جھلکیاں خاصی نمایاں ہیں۔ تاہم ان کے اقتباسات سے مزین تجلیٰ خان کی اس تحریر کا ہم اختصار کے ساتھ جائزہ پیش کر رہے ہیں۔ اس جائزہ سے انشاللہ قارئین کو ان حضرات کی تحقیق اور علمی معیار کا بخوبی اندازہ ہو جائیگا اور ساتھ ہی ہماری اس گزارش کا ثبوت بھی ملے گا کہ ان لوگوں کو علم و فن سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

حبل اللہ شمارہ نمبر ۱۲ میں کتاب فیہ الاعتقاد احمد بن حنبل تالیف ابو لفضل تمیمی سے اقتباس پیش کیا گیا تھا کہ احمد بن حنبل کہتے تھے۔

ترجمہ : "انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز

پڑھتے ہیں اور مردہ اپنے زائر (اپنی قبر پر آنے والے) کو پہچانتا ہے' جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد اور طلوع شمس سے پہلے" (طبقات الحنابلہ جز۲ صفحہ ۳۰۳ بحوالہ حبل اللہ شمارہ نمبر ۱ صفحہ ۳۱)

اسکا رد کرتے ہوئے احمد بن حنبل کے دفاع اور ان کی حمایت کے جذبے سے سرشار محقق لکھتا ہے :-

اس کتاب کے شروع میں مذکورہ سند پر بھی نظر ڈالیے۔ ملاحظہ فرمایئے طبقات حنابلہ جز دوم کا صفحہ نمبر ۲۹۳ :

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أخبرنا الشيخ الإمام الحافظ أبو محمد المبارك بن علي بن الحسين بن عبد الله ابن محمد المعروف بابن الطباخ البغدادي رحمه الله في الدنيا والآخرة إجازة . قال : حدثنا شيخنا الإمام الحافظ أبو الفضل محمد بن الناصر بن محمد بن علي البغدادي بها قال : أخبرنا الإمام جمال الإسلام أبو محمد رزق الله بن عبد الوهاب التميمي . قال: أخبرنا عمي أبو الفضل عبد الواحد بن عبد العزيز التميمي بجميع هذا الاعتقاد. وقال: جملة اعتقاد الإمام أحمد بن حنبل رضي الله عنه ، والذي كان يذهب إليه :

سند کے آخر میں ایک راوی ابوالفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز تیمی ہے، یہ شخص احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے عقائد نقل کر رہا ہے۔ سند پر نظر ڈالیے۔ اس میں یہ بات مذکور ہے۔ والذی کان یذھب الیہ : اور وہ اس کی طرف جاتا تھا۔ یعنی ابوالفضل احمد بن حنبل کے پاس جایا کرتے تھے۔ حالانکہ یہ ایک جھوٹی بات ہے کیونکہ وہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے سو سال بعد پیدا ہوئے تھے۔ احمد بن حنبل کی تاریخ وفات ۲۴۱ھ ہے جبکہ اس کی تاریخ پیدائش ۳۴۲ھ ہے۔ ثبوت یہ ہے۔

(فوٹو تجلی خان صفحہ ۲)

قارئین! ہم نے "واتقواللہ حصہ دوئم" میں ان صاحبان کو مشورہ دیا تھا کہ اس کتاب یعنی "کتاب فیہ الاعتقاد امام احمد بن حنبل" کے متعلق پہلے معلومات

حاصل کریں پھر اس پر کچھ لکھیں مگر انہوں نے ہمارے مشورہ کو درخور اعتنا نہ سمجھا۔ جوش عقیدت میں اندھے ہو کر اگر اتنی جلد بازی سے کام نہ لیتے تو شاید ایسی حماقت سرزد نہ ہوتی۔ پہلی بات تو یہ کہ انہوں نے سند دیکھ کر سند سند کی رٹ تو لگا رکھی ہے لیکن انہیں یہ تک نہیں معلوم کہ یہ کونسی سند ہے اور کس کی سند ہے؟ ہم انہیں بتاتے ہیں کہ یہ نسخۃ الکتاب کی سند ہے یعنی ناقل یا کاتب کی نہ کہ مؤلّف کتاب کی اس کتاب کے مولف ابو لفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز تمیمی حنبلی ہیں۔ اس پر مدافعین احمد بن حنبل کو اعتراض ہے کہ "اس کی سند میں لکھا ہے کہ ابو لفضل تمیمی احمد بن حنبل کے پاس جایا کرتے تھے جبکہ ابو لفضل تمیمی احمد بن حنبل کی وفات کے تقریبا ۱۰۰ سو سال بعد پیدا ہوا ہے لہٰذا یہ جھوٹ ہے۔" یہ مدافعین احمد بن حنبل کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ نہ یہ عبارت ان کی سمجھ میں آئی ہے نہ اس کا ترجمہ ہی ان کو آتا ہے۔ آئیے بھی کیسے جبکہ .... اس عبارت میں یہ بات ہے ہی نہیں کہ ابو لفضل تمیمی احمد بن حنبل کے پاس جایا کرتا تھا۔ اصل عبارت مع ترجمہ پیش خدمت ہے۔

اخبرنا عمی ابولفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز التمیمی بجمیع
ہذا الاعتقاد وقال جملتہ اعتقاد الامام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ
والذی کان ینھب الیہ"

ترجمہ :۔ ہم کو خبر دی میرے چچا ابو الفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز التمیمی نے اس تمام عقیدے کی اور انہوں نے کہا : یہ جملہ اعتقادات احمد بن حنبل کے ہیں اور ان کا مذہب یہ ہے۔ (طبقات الحنابلہ جز ۲ صفحہ ۲۹۳)

ملاحظہ کیا قارئین! اس میں کہیں بھی یہ بات نہیں کہ ابو لفضل تمیمی احمد بن حنبل کے پاس جایا کرتا تھا "والذی کان یذھب الیہ" کا مطلب اگر یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ (ابو لفضل) احمد کے پاس جایا کرتا تھا تو اس علمی بصیرت اور عربی زبان کی واقفیت پر تو قصیدہ کہہ دینے کو جی چاہتا ہے! "کل ءانا یترشح بما فیہ" (برتن سے وہی چھلکتا ہے جو اس میں ہوتا ہے۔) اگر ہمارے ترجمہ پر یقین نہیں ہے تو ہم انہیں مشورہ دیتے ہیں کہ کسی ماہر عربی داں سے اس کا ترجمہ کروا کر دیکھیں' دودھ کا دودھ پانی کا پانی علیحدہ ہو جائے گا۔ یہاں یہ چیز بھی پیش نظر رہے کہ "والذی کان یذھب الیہ" تو ابو لفضل تمیمی کا قول ہے جبکہ ان حضرات نے "والذی" کو ابو لفضل تمیمی بنا دیا ہے! اس "محقق" نے ذھب یذھب کے معنی کی طرف بھی توجہ دلائی ہے اور قرآن سے ذھب کے معنی "جانا" کا ثبوت بہم پہنچا کر بزعم خویش میدان مار لیا ہے۔ حالانکہ اس کے لئے ان دلائل کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ عربی زبان کا ایک مبتدی طالبعلم بھی ذھب یذھب کے معنی "جانا" سے واقف ہے! اس کا کون انکار کرتا ہے۔ لیکن ان محقق صاحب کو اس بات کا علم ہونا چاہئے کہ "ذھب یذھب" سے مذہب بنتا ہے جس کے معنی عقیدہ' مسلک اور طریق کے ہوتے ہیں' اس لحاظ سے ذھب یذھب کے معنی مذہب و عقیدہ کے بھی لئے جاتے ہیں۔ اگر یہ عربی سے اتنی واقفیت بھی نہیں رکھتے تو پھر انہیں علمی میدان میں گھوڑے دوڑانے سے گریز ہی کرنا چاہئے۔ بہر حال ان کے اطمینان قلب کے لئے مزید ثبوت کے طور پر زیر نظر کتاب "کتاب فیہ الاعتقاد" سے ہی چند نمونے بطور مشتے از خروارے پیش خدمت ہیں۔

وذھب احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ الی ان اللہ عزوجل یغضب ویرضی

(طبقات الحنابلہ ج ۲ صفحہ ۲۹۷) وذھب الی ان اللہ تعالی نفسا (ایضا

صفحہ ۲۹۸) و کان یذھب الی ان اللہ تعالی یری فی الاخرۃ بالابصار (ایضا

صفحہ ۲۹۸) و کان یذھب الی ان افعال العباد مخلوقۃ للہ عزوجل (ایضا صفحہ

۲۹۹) و کان احمد یذھب الی ان الاستطاعۃ مع الفصل (ایضا صفحہ ۲۹۹)

قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ ان عبارات میں ذھب یذھب اعتقاد و نظریہ، مسلک و مذھب کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے۔ نہ کہ پیروں سے جانے کے معنی میں۔

"ابو لفضل تمیمی احمد بن حنبل کی وفات کے سو سال بعد پیدا ہوئے اتنے طویل عرصے بعد آنے والا یہ شخص ان سے کیسے براہ راست یہ عقیدہ نقل کر رہا ہے جبکہ درمیان میں کوئی دوسرا راوی بھی موجود نہیں ہے...... چونکہ سند کا سلسلہ منقطع ہے روایت ضعیف ہے۔"
(تجلی خان ص ۳)

اس اعتراض میں بھی ان کا نقص علم نمایاں ہے سند دیکھ کر ان کو مغالطہ ہوا ہے۔ ہم ان کو بتا چکے ہیں کہ یہ مؤلف کی سند نہیں ہے بلکہ کاتب کی سند ہے جو کہ ابو لفضل تمیمی سے نیچے کی ہے۔ جب ابو لفضل تمیمی کی یہ سند ہی نہیں ہے تو سند کا سلسلہ منقطع اور ضعیف ہونا چہ معنی دارد؟ بات صرف یہ ہے کہ

اپنی حالت کا نہیں ہے کچھ احساس مجھے
میں نے اوروں سے سنا ہے کہ پریشاں ہوں میں

ایک آسان مثال سے ہم ان صاحبان کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اگر یہ حضرات موجودہ دور ۱۴۱۴ ہجری میں صحیح بخاری (تالیف شدہ تیسری صدی ہجری) سے کوئی حدیث نقل کریں تو کیا وہ روایت ضعیف یا منقطع ہو جائے گی؟

ہرگز نہیں۔ بالکل اسی طرح ابو لفضل تمیمی نے کتاب فیہ الاعتقاد کو اپنے سے پہلے موجود تالیف شدہ مواد سے مرتب کیا ہے۔ احمد بن حنبل کے عقائد و افکار، مذہب و رجحانات وغیرہ کا مواد ان سے پہلے ابو بکر الخلال (متوفی ۳۱۱ھ) نے تقریبا ۲۰ اجزاء میں کتاب جامع لعلوم یا المسند من مسائل کے نام سے جمع کر دیا تھا اس کے مخطوطے قدیم لائبریریوں میں موجود ہیں۔ (الرسالتہ مستطرفتہ ص ۳۳)

ظاہر ہے کہ یہاں سند کے انقطاع کی بات کرنا محض جہالت ہے۔ اس سلسلہ میں مصنف موصوف مزید فرماتے ہیں کہ

> "اس کو صحیح ثابت کر کے دکھانا چاہئے کہ حامد الفقی سے لیکر ابو لفضل التمیمی تک اور ابو الفضل سے لیکر احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ تک اس پورے سلسلہ سند میں تمام رواۃ ثقہ اور قابل اعتماد ہیں ورنہ دعویٰ باطل ہے۔" (تجلی خان صفحہ ۳)

ان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ حامد الفقی نے تو پہلے سے موجود کتاب کو طبع کرایا ہے اور اس پر تعلیقات کی ہیں۔ اب کیا ان کے خیال میں ہر کتاب چھاپنے والے کو بھی اپنی سند پیش کرنی ہوگی؟ کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔ آپ ان کی علمیت کی داد دیئے بغیر نہیں رہیں گے!

حبل اللہ شمارہ نمبر ۱۱ میں مسائل احمد بن حنبل سے جو کہ ان کے صاحبزادے عبداللہ کی تالیف ہے نقل کیا گیا تھا کہ احمد حنبل تعویذات کے قائل تھے اور تعویذات لکھتے بھی تھے۔ عبارت ملاحظہ ہو!

کتاب التعویذة للفزع والحمی وللمراة اذا عسر علیها الولادة

۱۶۲۲۔ حدثنا: قال: رایت ابی یکتب التعاویذ للذی یفزع، وللحمی لاهله وقراباته، ویکتب للمراة اذا عسر علیها الولادة، فی جام

او شی ء لطیف، ویکتب حدیث ابن عباس، الا انہ کان یفعل ذلک عند وقوع البلاء، فلم ارہ یفعل ھذا قبل وقوع البلاء، ورایتہ یعوذ فی الماء ویشربہ المریض، ویصب علی راسہ منہ.........

۱۶۲۳۔ حدثنا: قال: قرات علی ابی۔ رحمہ اللہ۔ یعلی بن عبیدة، قال حدثنا سفیان، عن محمد بن ابی لیلی، عن الحکم، عن سعید بن جبیر، عن ابن عباس قال: اذا عسر علی المراة ولا دتھا فلتکتب: بسم اللہ الذی لا الہ الا ھو الحلیم الکریم، سبحان اللہ رب العرش العظیم، الحمد للہ رب العالمین، "کانھم یوم یرون مایوعدون لم یلبثوا الا ساعة من نھار بلاغ فھل یھلک الا القوم الفاسقون" قال ابی: فزاد فیہ وکیع: وینضح ما دون سرتھا۔

(عبارت مسائل احمد روایتہ ابن عبداللہ بن احمد صفحہ ۴۴۷، ۴۴۸)

ترجمہ:۔ تعویذ لکھنا، گنجے پن کے لئے، بخار کے لئے اور خاتون کے عسر ولادت کے لئے۔

عبداللہ بن احمد نے کہا میں نے اپنے والد (احمد ابن حنبل) کو تعویذ لکھتے دیکھا، اس کے لئے جو گنجا ہوتا، بخار کے لئے، اپنے گھر والوں اور قرابت داروں کے لئے اور تعویذ لکھتے خاتون کے لئے پیالہ میں عسرت ولادت کے لئے یا کسی دوسری شے لطیف پر اور وہ لکھتے ابن عباس ؓ کی حدیث سوائے اس کے کہ وہ مصیبت کے واقع ہونے کے قریب ایسا کرتے تھے، اور میں نے ان کو مصیبت کے وقوع سے قبل ایسے کرتے ہوئے نہ دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ پانی میں تعویذ کرتے تھے اور اس کو مریض پی لیتا تھا اور اس میں کچھ سر پر ڈال لیتا تھا۔

عبداللہ بن احمد نے کہا' میں نے اپنے والد (احمد ابن حنبل) کے سامنے پڑھا..... ابن عباس سے روایت ہے' فرمایا کہ جب عورت کو ولادت کے وقت دشواری ہو تو یہ لکھو۔

بسم اللہ الذی لا الہ الا ھو الحلیم الکریم' سبحان اللہ رب العرش العظیم' الحمد للہ رب العالمین' "کانہم یوم یرون ما یوعدون لم یلبثو الا ساعتہ من نہار بلاغ فھل یہلک الا القوم الفاسقون"

میرے والد (احمد ابن حنبل) نے کہا : اور وکیع نے یہ اضافہ کیا کہ اس کو (پانی کو) ناف کے نیچے چھڑک دیا جائے۔

(مسائل احمد روایتہ ابنہ عبداللہ بن احمد صفحہ ۴۴۷'۴۴۸ بحوالہ جبل اللہ شمارہ ۱ صفحہ ۳۳)

تجلیٰ خان اور ان کے ہم مذہب عالموں کی تحقیق پھر وہی رہی کہ یہ غلط طور پر احمد بن حنبل سے منسوب ہے حالانکہ یہ کتاب ان کے اپنے صاحبزادے کی تالیف ہے' ان حضرات کی عمیق تحقیق ملاحظہ ہو! فرماتے ہیں

"متن سے قبل حدثنا اور قال کے الفاظ آئے ہیں اور دونوں کے دو دو معنی ہیں جیسا کہ عکس سے ظاہر ہے قال کا صیغہ تو عبداللہ کے لئے آیا ہے مگر حدثنا (ہم سے بیان کیا) بولنے والا معلوم نہیں کون ہے؟ نہ اس کا نام ہے نہ اتہ ہے نہ پتہ عبداللہ بن احمد سے حدثنا کہہ کر جو راقم روایت کر رہا ہے وہ مجہول ہے لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔" (تجلیٰ خان ص ۲'۵)

قارئین! اس تحقیق و تبصرہ کا حال بھی اوپر سے چنداں مختلف نہیں ہے آپ سوچتے ہوں گے کہ ان صاحبان نے خوب تحقیق' غور و فکر اور تلاش و جستجو کے بعد فیصلہ دیا ہو گا کہ حدثنا بولنے والا نامعلوم ہے مگر حقیقت حال یہ ہے کہ یہ

چیزیں تو ان کو چھو کر بھی نہیں گزری ہیں کیونکہ تحقیق کرنے والوں سے یہ بات چھپی نہیں رہ سکتی کہ اس کتاب یعنی "مسائل احمد روایتہ ابنہ" کا یہ حدثنا بولنے والا ابوبکر احمد بن جعفر القطیعی ہے، حوالہ کا فوٹو پیش خدمت ہے اسے ملاحظہ کیجئے اور مدافعین کو تحقیق کی خوب داد دیجئے!

(٢) هي خمسة أجزاء لمسند العراق أبي بكر أحمد بن جعفر بن حمدان بن مالك ابن شبيب البغدادي القطيعي، لقب بذلك لأنه سكن قطيعة الرقيق ببغداد، توفي سنة ٣٦٨ هـ، وهو الراوي عن عبد الله بن الإمام أحمد «المسند» و «التاريخ» و «الزهد» والمسائل كلها لأبيه.

فوٹو تعلیقات سیر اعلام النبلا جلد ۹ صفحہ ۴۸۸)

ترجمہ۔ ابوبکر احمد بن جعفر القطیعی...... جو راوی ہیں عبداللہ بن احمد سے، احمد بن حنبل کی کتب المسند، تاریخ، الزہد اور مسائل میں سے ہر ایک کے......

(تعلیقات سیر الاعلام النبلاء جلد ۹ ص ۴۸۸)

اس کے علاوہ اس کے لئے دیگر کتابیں بھی دیکھی جا سکتی ہیں مثلاً طبقات حنابلہ ج ۲ صفحہ ۶ اور منہج الاحمد ج ۲ صفحہ ۵۷، الرسالۃ مستطرفۃ ص ۷۸ وغیرہ۔

احمد بن حنبل تعویذات کے شرک میں مبتلا تھے کیا اس کو تسلیم کرنے میں اب بھی کوئی امر مانع ہے؟ دراصل حق کو تسلیم کرنے کے لئے جس جرات کی ضرورت ہے وہ شخصیت پرست کے یہاں مفقود ہوتی ہے۔

احمد بن حنبل کسی بھی صورت میں "تعویذ گر" ثابت نہ ہو اس مقصد کے لئے موصوف اپنے پیشواؤں کی کورانہ تقلید میں لکھتے ہیں۔

"یہ بات توجہ طلب ہے اگر آپ ان روایات کو صحیح مان لیں تو پھر کیا ان کی ضرب صحابی رسول عبداللہ ابن عباسؓ، سعید بن جبیرؒ، وکیع وغیرہ پر نہیں پڑتی ہے۔ جب آپ ان میں سے کسی ایک کو بچائیں گے

تو احمد بن حنبل بھی بچ جائے گا پھر سب کو چھوڑ کر ایک احمد بن حنبل کو پکڑنے کا اصول ہمیں سمجھا دیں۔" (تجلی خان ص ۲)

حیرت کا مقام ہے جن لوگوں کو اصول اور قاعدے سے دور کا بھی واسطہ نہیں وہ اصول سمجھانے کی بات کرتے ہیں۔ احمقوں کی جنت کے یہ باسی احمقانہ بات بھی بڑے زور و شور سے پیش کرتے ہیں' غلط اور جھوٹی روایات پر عقیدہ و عمل کی بنیاد احمد بن حنبل یا کوئی اور شخص رکھے تو اس میں سند میں آئے ہوئے تمام راویوں کا کیا قصور ہو سکتا ہے؟ بالکل اسی طرح عبداللہ ابن عباسؓ اور سعید بن جبیرؒ سے غلط طور پر منسوب روایت پر عقیدہ بنا کر احمد بن حنبل تعویذات لکھتے رہے ہیں تو اس میں عبداللہ بن عباسؓ اور سعید بن جبیرؒ کا کیا قصور ہے۔ ہماری یہ بات شاید ان کی سمجھ میں نہ آئے لہٰذا ہم ان کے یادگاری مجلہ احمد بن حنبل کی دو عبارتوں کو ہی ان کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

"عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب شرکیہ عقائد کی وجہ سے کروڑوں افراد جنہم کا ایندھن بنیں گے تو اس کا وبال معاذاللہ عیسیٰ علیہ السلام پر ہو گا؟ نہیں جنھوں نے تحریف کر کے انہیں الہ بنایا تھا وہ اس ذمہ داری کے ذمہ دار بنیں گے۔" (یادگاری مجلہ ص ۱۱)

"تمام شیعہ اپنے مذہب کو علی' حسین' زین العابدین' باقر وغیرہ ہی سے منسوب کرتے ہیں کیا ان کے تسلیم کرنے اور منسوب کرنے سے جن سے منسوب کیا گیا ہے ان پر لعن طعن کیا جا سکتا ہے؟" (یادگاری مجلہ ص ۴۶)

وفات ۸۵۲ھ ہے اور ابن حجر نویں ہجری کے آدمی ہیں ان کی تاریخ
وفات ۸۵۲ ہجری ہے یعنی ابو الحسن میمونی امام ذہبی سے تقریباً پانچ سو
سال اور ابن حجر سے تقریباً چھ سو سال قبل گزرے ہیں آخر یہ دونوں
کیسے اور کس طرح براہ راست میمونی سے روایت نقل کرتے ہیں۔"
(تجلیٰ خان ص ۲۱)

ہٹ دھرمی کی انتہا تو یہ ہے کہ طاغوت کی حمایت میں اب ان لوگوں نے علم اسماء الرجال اور جرح و تعدیل کے فنون پر بھی ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا ہے۔ **"بل کذبوا بمالم یحیطوا بعلمہ"** (جھٹلا دیا اسے جس کا علمی احاطہ نہ کرپائے) ان علوم کی معرفت تو کجا ان کو اس کی ابجد تک سے واقفیت نہیں ہے ورنہ اس طرح کی بے تکی بات کبھی نہ کہتے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان لوگوں نے اسماء الرجال اور جرح و تعدیل کی تو بالکل ہی چھٹی کر دی ہے۔ احادیث کے راویوں کی توثیق اور تضعیف کے لئے ان رجال کی کتب سے جس قدر اقوال پیش کئے جاتے ہیں وہ سب ناقابل اعتبار قرار پائے۔ ذہبی اور ابن حجر راویوں کی توثیق اور تضعیف کے لئے اکثر آئمہ جرح و تعدیل، یحییٰ ابن معین، ابن قطان اور عبدالرحمٰن بن مہدی، محمد بن یحییٰ الزھلی، بخاری، مسلم، ابو داؤد وغیرھم کے اقوال نقل کرتے ہیں، یہ تمام دوسری اور تیسری صدی ہجری کے ہیں۔ اگر یہ صاحبان کہیں کہ ہم ان کے اقوال کو مانتے ہیں مگر احمد بن حنبل کے خط کے متعلق میمونی کی بات کو نہیں مانتے تو اس احمقانہ ہٹ دھرمی کا علاج کم از کم ہمارے پاس نہیں ہے۔" **"تلک اذا قسمۃ ضیزیٰ"** (نجم آیت ۲۲)۔

ان لوگوں نے شاید سوچ رکھا ہے کہ دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے مگر احمد بن حنبل کی شخصیت پر آنچ نہیں آنے دیں گے! ابن حجر ہوں یا ذھبی یہ صرف ناقلین ہیں انہوں نے اپنے سے پہلے لوگوں کی اور سلف کی کتب سے نقل کا کام کیا ہے جہاں ان کی بات ہوتی ہے وہاں اس کی وضاحت کر دیتے ہیں۔ مگر موصوف لکھتے ہیں۔

"آخر یہ دونوں کیسے اور کس طرح براہ راست میمونی سے روایت نقل کرتے ہیں۔" (تجلیٰ خان ص ۲۱)

سردست ان کی توجہ دلانے کے لئے اتنا ہی کافی ہے جو اوپر بیان کر دیا گیا ہے ابن حجر اور ذھبی نے کن کتب سے جمع و تدوین کا کام کیا ہے یہ ہم انہیں کسی اور موقع پر بتائیں گے۔

موصوف مزید لکھتے ہیں۔

"امام ذھبی کے نزدیک ابو الحسن میمونی کے قول کے مطابق امام احمد بن حنبل کی تعدیل ہے نعم الشیخ عافاہ اللہ اچھے شیخ تھے اللہ اسکو معاف کرے۔" (تجلیٰ خان ص ۲۱)

امام ذھبی کی طرح ابن حجر کے نزدیک یہ ابو الحسن میمونی کے قول کے مطابق امام احمد بن حنبل کی تعدیل ہے۔ (تجلیٰ خان ص ۲۴)

"میمونی تو احمد بن حنبل کی تعدیل کرتے ہوئے ان کو دعا بھی کرتے ہیں 'نعم الشیخ عافاہ اللہ" (تجلیٰ خان ص ۲۲)

قارئین! یہ مداحین احمد بن حنبل کے علم، عقل و دانش، تحقیق و نظر اور ان کی زبان دانی کا کمال ہے یا پھر ان کے اندھے پن یا جہالت کی انتہا ہے۔ میمونی کا یہ زیر بحث قول رجال کی کتب کی انتہائی سادہ سی عبارت ہے' اس میں نہ عربی زبان

کی کوئی پیچیدگی ہے اور نہ فنی دقت' پھر بھی ان صاحبان کے فہم نے اسے کیا سے کیا بنادیا ہے یا شخصیت پرستی نے بالکل ہی اندھا کردیا ہے۔

میمونی کا قول اور اس کا عام فہم ترجمہ پیش خدمت ہے خود فیصلہ کیجئے۔

"قال ابو الحسن الميمونی سالت ابا عبدالله الكتاب الى مسدد فكتب لی اليه وقال نعم الشيخ عافاه الله۔"

ترجمہ۔ ابو الحسن میمونی نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (احمد بن حنبل) سے مسدد کے نام خط کے متعلق کہا تو انہوں نے خط لکھ دیا اور کہا کہ (مسدد) بہت اچھے شیخ ہیں اللہ انہیں معاف فرمائے۔

اس جملہ میں تو میمونی نے احمد بن حنبل کی کوئی تعدیل بیان نہیں کی ہے اور نہ ہی اس میں احمد بن حنبل کی تعدیل ہے' "نعم الشيخ عافاه الله" تو احمد بن حنبل کا قول مسدد کے متعلق ہے جبکہ ان صاحبان نے "نعم الشيخ عافاه الله" کو میمونی کی بات اور احمد بن حنبل کے متعلق بنادیا ہے۔ سچ ہے ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ ایک عام اور سادہ سی عبارت بھی جن کے پلے نہ پڑتی ہو ان کے دعوے اتنے بلند و بانگ کہ الامان و الحفیظ! اگر یہ ذرا بھی عبارت پر غور کر لیتے تو انہیں اندازہ ہو جاتا کہ " فکتب" اور "وقال" کا فاعل ایک ہی ہے یعنی احمد بن حنبل نہ کہ میمونی! انہیں چاہئے کہ پہلے کسی استاد کے سامنے زانوے تلمذ طے کریں۔ یہ لوگ ہٹ دھرم ہیں ہو سکتا ہے کہ ضد کریں مگر ہماری اس بات کو غلط ثابت نہیں کر سکیں گے۔

ذھبی اور ابن حجر مسدد کے حالات میں ان کی تعدیل اور توثیق کے لئے احمد بن حنبل کا یہ قول نعم الشیخ عافاہ اللہ لائے ہیں نہ کہ احمد بن حنبل کے ترجمہ

(حالات) میں۔ احمد بن حنبل کے دفاع کے جنوں میں ان کا زاویہ نگاہ اتنا تنگ ہو گیا ہے کہ ہربات کا یہ الٹا مطلب نکالتے ہیں اور مطلب بھی وہی نکالتے ہیں جو ان کی شخصیت پرستی کے سانچہ میں فٹ بیٹھے! ملاحظہ فرمایئے کہ ان لوگوں نے پہلے تو نعم الشیخ کو غلط طور پر احمد بن حنبل کے متعلق قرار دیا پھر لکھتے ہیں۔

"ایک ہی فقرے میں (یہ احمد بن حنبل کا خط ہے) بات ماننا اور دوسری بات (نعم الشیخ عافاہ اللہ یعنی تعدیل) سے انکار، کہاں کا انصاف ہے؟ کیا یہ ان سے تعصب نہیں ہے؟" (تجلی خان ص ۲۲)

ہم بتا چکے ہیں کہ نعم الشیخ کا فقرہ مسدد کے متعلق احمد بن حنبل کا قول ہے اور ہم نے اس کا کبھی انکار نہیں کیا۔ اب اس موقع پر ہم آپ کو وہ اصول یاد دلاتے ہیں جو آپ نے صفحہ نمبر ۱۲ پر تحریر کیا ہے۔

"آج تک ہمارا طریق کار رہا ہے کہ جرح و تعدیل ہم ہر ایک سے لیتے رہے ہیں" (تجلی خان ص ۱۲)

اس اصول کا یہاں اطلاق کرلیجئے، جب آپ نے اپنے اس اصول کی روشنی میں تعدیل "نعم الشیخ" کو تسلیم کیا تو خط خود بخود ثابت ہو گیا۔ کیونکہ میمونی کا یہ جملہ آدھا تعدیل پر مشتمل ہے تو آدھا خط کے اثبات میں۔ للہ انصاف کیجئے تعصب نہ برتئے!!

اب قارئین یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ ان مدافعین احمد بن حنبل کا واحد سہارا عبدالرحمٰن ابن مندہ ہے، یہ مخدوش سہارا ان لوگوں نے دانتوں سے پکڑ رکھا ہے اس لئے اس کی خوب خوب وکالت کی ہے اور اس کی تعریف و توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے ہیں۔ سادہ لوح قارئین کی آنکھوں میں دھول

جھونکنے کی کوشش کی ہے، جعلی رعب و دبدبے کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

> "اگر عبدالرحمٰن ابن مندہ کے پورے احوال کا مطالعہ کیا جائے تو ان کو ہرگز مجروح نہیں کہا جائے گا وہ بڑے محتاط محدث تھے۔" (تجلی خان ص ۱۳)

غور فرمایئے مصنف موصوف کے ان الفاظ پر کہ "پورے احوال کا مطالعہ کیا جائے تو......" یعنی موصوف عبدالرحمٰن بن مندہ کے پورے احوال کا مطالعہ کر چکے ہیں، ان کے جعلی دعوے کی قلعی کھولنے کے لئے سیر اعلام النبلاء کا حوالہ ہی کافی ہے۔ ذھبی عبدالرحمٰن بن مندہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ

قلت : اطلق عبارات بدعه بعضهم بها- الله يسامحه وكان زعر اعلى من خالفه فيه خارجية وله محاسن وهو فى تواليفه حاطب ليل يروى الغث والسمين وينظم ردى الخرز مع الدر الثمين- (سیر اعلام النبلاء ص ۳۵۴ جلد ۱۸)

ترجمہ۔ "ذھبی کہتے ہیں کہ (ابن مندہ کی) کچھ عبارات ایسی ہیں جن کی وجہ سے اسے بعض لوگوں نے بدعتی قرار دیا ہے۔ اللہ اسے معاف فرمائے۔ وہ اپنے مخالفین کے معاملے میں تند خو تھا۔ اس میں کچھ خارجیت ہے، اور اس میں خوبیاں بھی ہیں۔ وہ اپنی تالیفات میں حاطب اللیل ہے۔ قوی و ضعیف سب روایات کرتا ہے۔ اور بے کار قسم کے منکے قیمتی موتیوں کے ساتھ پروتا ہے۔"

ذھبی نے ابن مندہ کے لئے حاطب اللیل کے الفاظ استعمال کیے ہیں یہ فنی اصطلاح ہے اور ہمارے مخاطب محققین فن جرح و تعدیل میں کورے ہیں۔ اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس کی بحوالہ وضاحت کردیں۔ ملاحظہ ہو۔

ابن عیینہ، قال لی عبدالکریم الجوزی، یا ابامحمد، تدری ماحاطب لیل؟ قلت لا قال هو الرجل یخرج فی اللیل فحتطب فیضع یدہ علی افعی فتقتلہ ہذا مثل ضربتہ لک لطالب العلم، انہ اذا حمل من العلم مالا یطیقہ قتلہ علمہ کما قتلت الافعی حاطب الیل

(سیر اعلام النبلاء ۵/۲۷۲)

ترجمہ : ابن عینیہ کہتے ہیں مجھ سے عبدالکریم جوزی نے کہا اے ابو محمد حاطب اللیل (رات کو لکڑی چننے والا) کس کو کہتے ہیں جانتے ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ کہا کہ حاطب اللیل وہ شخص ہے جو کہ لکڑیاں چننے کے لئے رات کو نکلتا ہے پس اس کا ہاتھ کسی سانپ پر پڑتا ہے اور سانپ اسے ہلاک کر دیتا ہے۔ یہ مثال میں نے تمہیں ایسے طالبعلم کے بارے میں دی ہے جو ایسے علم کی ذمہ داری اٹھاتا ہے جس کی وہ استطاعت نہیں رکھتا تو وہ علم اسکو ہلاک کر دیتا ہے جس طرح حاطب اللیل کو سانپ نے ہلاک کر دیا ہے۔

یہ ہیں ابن مندہ جو کہ بدعت سے متصف ہیں، خارجی اور اطب اللیل ہیں، جنہیں صحیح اور غلط کی تمیز تک نہیں ہے۔ مگر ان تمام باتوں کے باوجود بھی وہ مدا فعین احمد بن جنبل کے "محتاط محدث" ہیں۔ فیا للعجب !

قارین !ان صاحبان کی تحقیق کے معیار کی حقیقت تو طشت ازبام ہو چکی ہے۔ ان کی دیانت اور خلوص کی مثال بھی دیکھتے چلیئے۔ ان کا ایک محقق حفیظ الرحمان رقم طراز ہے۔

"کاش کہ یہ لوگ اللہ سے ڈرتے یہ فتوے باز، کفر و شرک کا فیصلہ کرنے والے اللہ کے نبی کی اس حدیث کو سامنے رکھتے کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ

فیصلہ کرنے والا قیامت کے دن اللہ کے بارگاہ میں پیش کیا جائیگا تو اسے حساب سے پہلے ایسے ہولناک حالات کا سامنا کرنا پڑے گا کہ وہ کہے گا کہ کاش! میں ایک کھجور کے بارے میں بھی دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہ کرتا (کجاکہ کسی کے ایمان و کفر کا فیصلہ جو متاع حیات ہے)" (تذکرۃ الحفاظ) یادگاری مجلہ احمد بن حنبل صفحہ ۲۰)

ایسی شدید ترین ضعیف روایت کو یہ حدیث رسول بتلا رہے ہیں۔ اور احمد بن حنبل سے ثابت شدہ عقیدہ کی نسبت کا انکار کر رہے ہیں۔ ان کا یہ دوغلا معیار ہے۔ تذکرۃ الحفاظ کے حوالے سے محقق موصوف نے اسے نقل کیا ہے، ذرا تذکرۃ الحفاظ کا وہ صفحہ ملاحظہ کیجئے جہاں سے یہ روایت نقل کی گئی ہے۔ ذھبی نے اس روایت کو مع سند لکھنے کے بعد اس کے دو راویوں، عون اور صالح کے متعلق لکھا ہے کہ "**عون ضعیف اور صالح غیر صالح لانہ خارجی**" یعنی عون ضعیف ہے اور (دوسرا راوی) صالح نیک نہیں ہے کیونکہ وہ خارجی ہے۔ (تذکرہ الحفاظ ج ۳ ص ۹۰۸ رقم ۹۰۲)

دیکھا قارئین! یہ ان کا معیار ہے، احمد بن حنبل سے ثابت شدہ بات بھی ان کے نزدیک ثابت نہیں اور اللہ کے نبی علیہ السلام کی طرف ضعیف ترین روایت بھی ثابت، کیا خوب معیار ہے اور کیا خوب تحقیق! لطف یہ کہ جہاں سے یہ روایت نقل کر رہے ہیں وہیں مولف کتاب نے اس کا ضعف بھی بیان کر دیا ہے۔ مزید یہ کہ سیر اعلام النبلاء کی تعلیقات میں اس روایت کے راوی صالح کے متعلق لکھا ہے کہ "**لم یوثقہ غیر ابن حبان علی عادتہ فی توثیق المجاھیل**" یعنی صالح کی توثیق سوائے ابن حبان کے کسی نے نہیں کی ہے اور انہوں نے یہ توثیق

اپنی عادت کے مطابق مجہول راویوں کی توثیق کی طرح کردی ہے۔(سیر اعلام النبلاء ج ۱۸ صفحہ نمبر ۱۷۰)

مجہول راوی کی روایت تو ان کے نزدیک حدیث رسول ہے مگر احمد بن حنبل کیلئے انکا معیار کچھ اور ہی ہے یعنی ایسا ثقہ راوی جو دنیا میں کبھی گزرا ہی نہ ہو۔ ایسا کیوں ہے؟ شخصیت پرستی نے انہیں یہاں تک پہنچایا ہے' اب نہ جانے انکی اگلی منزل کیا ہوگی! فاعتبروا یا اولی الابصار

قارئین! حق سے اعراض کرنے والوں کو قدم قدم پر اسی طرح ٹھوکریں لگتی ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم کو حق سے اعراض کی روش سے بچائے۔ آمین! حبل اللہ شمارہ نمبر ۱۱ میں احمد بن حنبل کے عقائد و نظریات کا جو مختصر تعارف پیش کیا گیا تھا' ہم نے اس پر اعتراضات کے بودے پن کو واضح کردیا ہے۔ اب فیصلہ آپ کو کرنا ہے؟

ماجئتم بہ السحر

کچھ عرصہ سے حنابلہ جدیدہ کی طرف سے احمد بن حنبل دفاع مہم زور و شور سے جاری رہی ہے اور آئے دن ان کے نت نئے کارنامے سامنے آتے رہے ہیں جن میں فضولیات اور خلط مبحث کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا' ان کا وقتاً فوقتاً آپریشن بھی ہوتا رہا ہے۔ اب آج کل ان کا میلان انکار حدیث کی طرف کچھ زیادہ ہی ہو رہا ہے۔ کچھ عرصہ قبل ان کے ایک رکن مولوی بشیر احمد صاحب نے جادو کے مسئلہ پر قلم اٹھایا اور ایک کتابچہ[1] "سحر کی حقیقت" کے عنوان سے لکھ ڈالا جس میں سراسر منکرین حدیث والا انداز اختیار کرتے ہوئے آیات قرآنی کی من مانی تاویلات کیں جو کہ دراصل آیات کی ضد بلکہ انکار پر مبنی ہیں اور ساتھ ہی صحیحین یعنی بخاری و مسلم کی مشہور احادیث کو بغیر کسی علمی دلیل بیک جنبش قلم ضعیف قرار دے کر گویا اپنی جان چھڑالی۔ الحمدللہ ہم اس مسئلہ میں صحیح موقف قرآن وحدیث کی روشنی میں حبل اللہ شمارہ نمبر ۱۴ میں پہلے ہی تفصیل سے پیش کر چکے ہیں۔ طالب حق اس کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ اب رہا ان کا کتابچہ اور اس کا ضمیمہ تو اسکے بارے میں یہ کہہ دینا کافی ہو گا کہ اس کا انداز ان کے پیش رو غلام احمد پرویز والا ہی ہے۔ اسے شروع سے آخر تک پڑھ جایئے نہ کوئی علمی دلیل ملے گی اور نہ

[1] حواشی مضمون کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں

کوئی ربط، بس اتنا ہی سمجھ میں آئے گا کہ جناب سحر کا انکار فرما رہے ہیں۔ اب اس میں حیرت کی بھی کیا بات ہے کہ ان کے ممدو معاون صاحب مقدمہ نے اس کو عظیم دینی خدمت قرار دیا ہے! کوئی ان سے پوچھے کہ گروہ منکرین حدیث کی تائید و تقویت کی سعی لاحاصل کون سے اسلام کی خدمت ہے! بہرنوع یہاں ہم ان صاحب کی پریشان خیالی اور ہیر پھیر کا ایک نمونہ پیش کرتے چلیں، فرماتے ہیں "عرصہ دراز سے ساتھیوں کی خواہش تھی کہ جادو اور تعویز گنڈے کے موضوع پر قلم اٹھایا جائے تاکہ معلوم ہوسکے کہ جادو، ٹونے، ٹوٹکے اور تعویذ کی کیا حقیقت ہے۔" (صفحہ ۶)

قارئین کرام خوب واقف ہیں کہ تنظیم کا کتابچہ "تعویذ گنڈا شرک" ایک عرصہ سے اس مقصد کو بخوبی پورا کررہا ہے اور لاکھوں کی تعداد میں تقسیم ہوکر لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ چکا ہے۔ دراصل یہ خواہش تو ان کے چند ذمہ داروں میں اس وقت پیدا ہوئی جبکہ انہیں احمد بن حنبل کی دفاعی مہم میں پیہم پسپائی سے دو چار ہونا پڑا اور پھر یہ سوچنے پر مجبور ہوئے کہ اس کمزور موقف پر تو ہم کامیابی حاصل نہ کرسکے کیوں نہ اس نئے جال سے کچھ شکار کھیلا جائے شاید کچھ بات بن جائے۔ اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ہے کہ اس مرتبہ بھی انہیں منہ کی کھانی پڑی۔ فنقلبوا خاسرین۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کا یہ حربہ بے کار ثابت ہوا۔

اب آیئے ذرا ان کے مضمون پر نظر ڈالیں۔ مولوی بشیر احمد صاحب نے طویل عبارات تفسیر ابن کثیر سے نقل کرڈالی ہیں گویا کہ ان کے سارے کتابچہ کا ماخذ صرف تفسیر ابن کثیر ہے۔ قاری کو بھول بھلیوں میں ڈالنے کے لئے بے مقصد باتوں کی بھرمار کی گئی ہے جس سے ان کی جہالت و بے علمی صاف عیاں ہے۔ ضمیمہ

میں موصوف کی فریب کاری کا پورا زور اس پر ہے کہ حبل اللہ کے نامکمل اقتباسات سیاق وسباق سے ہٹا کر اور آیات قرآنی کے پیش کردہ دلائل سے علیحدہ کرکے پیش کیے ہیں یعنی "فلاں صفحہ پر یہ لکھتا ہے" وغیرہ۔ اور پھر اپنے الفاظ میں اپنے مطلب کا نتیجہ اخذ کرکے فرمادیا "مذکورہ بالا عبارات سے یہ ثابت ہوتا ہے...... اور یہ فلاں فلاں آیات سے متصادم ہے۔" اس طرح حبل اللہ کی قرآن وحدیث کے دلائل پر مبنی عبارات کو ٹکڑوں میں پیش کرکے قرآنی آیات کے خلاف ثابت کرنے کی فریب کارانہ کوشش کی ہے جو بدترین علمی خیانت ہے اور لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف۔ ملاحظہ ہو کہ مضمون میں سورہ البقرہ کی آیت نمبر ۱۰۲ کی تفسیر و تاویل پر تو صفحے کے صفحے سیاہ کیے ہیں لیکن آیت کا ترجمہ کہیں نہیں دیا (ضمیمہ میں البتہ ترجمہ دیدیا ہے) صفحہ نمبر ۲۰ پر یہ ضرور کہہ دیا کہ "البقرہ آیت نمبر ۱۰۲ کا ترجمہ دیکھو۔ صفحہ نمبر ۱۸ پر لکھتے ہیں "بعض نے ہاروت ماروت کو شیاطین کا بدل بنا دیا ہے۔" غرض اس طرح بعض بعض کرتے ہوئے آیت کا ترجمہ گول کر گئے۔ کچھ ساتھی ان کے پاس گئے اور کہا کہ آپ نے تو آیت کا ترجمہ بھی نہیں لکھا، اس کا ترجمہ تو لکھ کر دیں۔ کافی پس وپیش کے بعد آیت مذکورہ کا جو ترجمہ انہوں نے لکھ کر دیا ان کی قلمی تحریر کی فوٹو کاپی پیش کی جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترجمہ سورۃ البقرۃ آیت ۱۰۲

اور لگے ان چیزوں کی پیروی کرنے۔ جو شیاطین سلیمان علیہ السلام کی سلطنت کا نام لے کر پیش کیا کرتے تھے حالانکہ سلیمان علیہ السلام نے بھی کفر نہیں کیا۔ کفر تو مرتکب وہ شیاطین تھے جو لوگوں کو جادوگری کی تعلیم دیتے تھے اور نہیں نازل کیا گیا فرشتوں پر ان بابل میں شیاطین کے دو بڑے سردار تھے ایک کا نام ہاروت تھا اور دوسرے کا نام ماروت تھا۔ نہیں سکھاتے تھے وہ کسی کو

حتیٰ وہ یہ نہ کہہ دیتے تھے کہ ہم تو فتنہ ہیں پس تو کفر نہ کر۔ پھر لوگ ان سے وہ چیز سیکھتے تھے جس کے سے شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیں (حالانکہ) وہ جادو کے ذریعے سے کسی کو کوئی تکلیف نہیں دے سکتے۔ جب تک کوئی تکلیف پہنچنی ہی تو وہ صرف اللہ کی طرف سے ہوا ہے۔ وہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو خود ان کے لئے نفع بخش نہیں۔ بلکہ نقصان دہ تھی اور خوب معلوم تھا کہ جو اس چیز کا خریدار رہا۔ اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ کتنی بری چیز تھی جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا کاش ان کو معلوم ہوتا۔ ختم۔

(فوٹو ترجمہ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۰۲ از قلم بشیر احمد صاحب)

یہ ترجمہ تو مولوی صاحب نے ہمارے ایک ساتھی کو لکھ کر دیا تھا مگر اس کے بعد انہوں نے جو پمفلٹ بطور ضمیمہ جاری کیا ہے اس میں بھی اس کا ترجمہ کر دیا ہے وہ بھی لگے ہاتھوں ملاحظہ کرتے چلئے۔

ترجمہ: اور پیچھے لگ گئے ان (دو اصحاب) باتوں کے جو شیاطین سلیمانؑ کے زمانہ میں پڑھتے تھے اور (ساتھ ساتھ کہتے) سلیمانؑ نے کبھی کفر نہیں کیا۔ ہاں شیاطین (یعنی ہاروت و ماروت) نے کفر کیا لوگوں کو جادو کے (کلمات و اعمال) سکھاتے تھے اور جو اتارا گیا تھا دو فرشتوں پر جو تھے بابل میں (محض ہاروت ماروت کی چالبازی تھی) اور وہ (ہاروت و ماروت) کسی کو جادو نہ سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو خود مستعد ہیں پس تو کافر نہ ہو پھر بھی لوگ سیکھتے ان (جادوگروں یعنی ہاروت و ماروت) سے وہ چیز جس سے خاوند بیوی میں جدائی ڈال دیں: ماخوذ عزیز ترجمہ ثنائی۔ ثناء اللہ امرتسری۔

(فوٹو ضمیمہ ص ۸ از بشیر احمد)

ہاروت و ماروت تو فرشتے تھے نہ کہ شیطان، معاذاللہ!

قارئین! آپ نے ان کے دونوں تراجم ملاحظہ فرمائے، داد دیں اس ذہن کی جسکی یہ اختراع ہیں۔ ہاروت و ماروت تو بلاشک و شبہ فرشتے تھے جیسا کہ آیت "وما انزل علی الملکین ببابل ہاروت و ماروت ...الخ" سے ظاہر ہے لیکن مولوی بشیران فرشتوں کو شیاطین کے سردار بنا رہے ہیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی فرما رہے ہیں کہ یہ جادو سیکھنے سے منع بھی کرتے تھے کہ "ہم تو فتنہ ہیں پس تو کفر نہ کر۔" کیا خوب! گویا کہ شیطان کفر کی ترغیب دینے کی بجائے کفر سے روکنے والا داعی الی الخیر بن گیا! اللہ تعالیٰ تو شیطانی کردار کو اس طرح واضح فرماتا ہے، فرق

ملاحظہ فرمائیں:۔

"کمثل الشیطان اذقال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بری منک.....الخ" (الحشر آیت ١٦)

ترجمہ:۔ مثل شیطان کے کہ وہ انسان سے کہتا ہے کہ کفر کر، جب یہ کفر کرتا ہے تو کہتا ہے میں تجھ سے بری الذمہ ہوں۔

دیکھ لیجئے! یہ کھیل کھیلا ہے ان فقیہوں نے کتاب اللہ کے ساتھ۔ اللہ کی پناہ! کیسی ظالمانہ حرکت ہے کہ قرآن کی تحریف میں "بعض" کے کہنے سے اس ظالم نے دو فرشتوں کو شیطانوں کے سردار بنا ڈالا جبکہ آیت "**وما انزل علی الملکین ببابل ہاروت وماروت.....**" تو صاف بتا رہی ہے کہ "جو نازل کیا گیا دو فرشتوں ہاروت وماروت پر بابل میں" قارئین ذرا غور فرمائیں آیت میں ملکین یعنی دو فرشتوں کا تو ذکر ہے جنھیں قرآن میں ہاروت وماروت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے لیکن دو شیطانوں کا تو کہیں بھی ذکر نہیں ہے جن کا نام ہاروت وماروت قرار دیا جائے۔ ذرا غور کیجئے ان کے ترجمہ پر کہ موصوف نے انکار حدیث کے مقصد سے آیت کو کس طرح توڑنے مروڑنے اور اپنی طرف سے الفاظ ٹھونسنے کی مذموم کوشش کی ہے۔ قارئین مولوی صاحب کے تراجم پر ذرا غور فرمالیں!

١۔ آیت کے پہلے حصہ میں "شیاطین نے کفر کیا" کے ساتھ قوسین میں "ہاروت وماروت" کا اضافہ کیا اور بہت سے شیطانوں میں سے دو کو اپنی طرف سے موسوم بھی کردیا! حالانکہ قرآن نے تو ان شیطانوں کے ناموں کا ذکر قطعاً نہیں فرمایا یہ تو مولوی موصوف کی صریح تحریف ہے۔

٢۔ قوسین میں "محض ہاروت وماروت کی چالبازی تھی" کا اضافہ کیا۔ قرآن

میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ یہ قرآن کی تحریف کی بد ترین مثال ہے کیونکہ یہ الفاظ نہ تو قرآن میں ہیں اور نہ ہی متن سے اخذ کیے جا سکتے ہیں۔

۳۔ پہلے ترجمے میں "علی الملکین" کے بعد وقف کیا گیا' قرآن میں یہاں وقف نہیں ہے۔ یہ موصوف کی تحریف اور تلبیس ہے کیونکہ جہاں وقف نہ ہو وہاں وقف لانے یا وقف کی جگہ بدلنے سے جملہ کا مفہوم یکسر بدل جاتا ہے۔ جیسے قرآن کی آیت "ولا تقربو الصلوٰۃ وانتم سکارٰی۔۔" (النسا آیت ۴۳) اسکی بہت ہی بین مثال ہے۔ اگر "لا تقربو الصلوٰۃ" کے بعد وقف کر دیا جائے تو معنی الٹ جائیں گے اور قرآن کا کفر ہو جائے گا۔ مولوی صاحب کا یہاں یہی انداز ہے۔ کیونکہ انکا کام بغیر اس تحریف و تلبیس کے چل ہی نہیں سکتا تھا۔

۴۔ ترجمہ میں موصوف نے اپنے مقصد کے لئے ان الفاظ کا اضافہ کیا "ہاں بابل میں شیاطین کے دو بڑے سردار تھے ایک کا نام ہاروت تھا اور دوسرے کا نام ماروت تھا" قرآن میں تو یہ عبارت موجود نہیں ہے۔ یہ تو مولوی کی اختراع ہے اور خالص شیطانی عمل ہے۔

۵۔ پہلے ترجمہ میں "انما نحن فتنۃ" کا ترجمہ اس طرح ہے "ہم تو فتنہ ہیں" جبکہ دوسرے ترجمہ میں جو کہ ضمیمہ کے صفحہ ۸ پر ہے "ہم تو خود مبتلا ہیں۔" یہاں لفظ مبتلا موصوف کی اختراع ہے۔ کوئی پوچھے کہ آخر یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے اور کس لغت سے انہوں نے یہ گوہر نایاب بر آمد کیا ہے۔ حالانکہ صحیح ترجمہ تو یہ ہے کہ ہم تو محض آزمائش ہیں۔ قارئین نے ملاحظہ فرمایا کہ ترجمہ میں جو الفاظ ٹھونسے گئے ہیں وہ نہ تو آیات کے متن میں ہیں اور نہ ہی احادیث صحیحہ سے ان کی تائید ہوتی ہے بلکہ یہ الفاظ موصوف نے اپنی طرف سے شامل کیے ہیں۔

اب قارئین خود ہی غور فرمالیں کہ آیات قرآنی کے ترجمہ میں وہی ظالمانہ انداز و رویہ اختیار کیا گیا ہے جسکا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے۔

فویل للذین یکتبون الکتٰب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا... الخ" (البقرۃ آیت ۷۹)

ترجمہ:۔ (علمائے یہود) اپنے ہاتھ سے (دینی احکامات) لکھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں تاکہ اس کے بدلے تھوڑا معاوضہ حاصل کرلیں۔

یہاں ایک اور چیز بھی قابل غور ہے : پہلے ترجمہ میں "ببابل" کے لفظ کو ہاروت وماروت کے ساتھ ملا کر اور جملہ کی عبارت (**وما انزل علی الملکین**) سے کاٹ کر "ببابل ہاروت وماروت" کا ترجمہ کیا تھا کہ "ہاں بابل میں شیاطین کے دو بڑے سردار تھے......" لیکن دوسرے ترجمے (ضمیمہ صفحہ ۸) میں "ببابل" کو الملکین کے ساتھ ملا کر یہ ترجمہ کردیا گیا "نہ اتارا گیا دو فرشتوں پر شہر بابل میں" یعنی یہاں صرف "ہاروت وماروت" کو جملہ عبارت سے کاٹا گیا ان کو شیطانوں کے دو بڑے سردار بنانے کے لئے! موصوف کے دونوں ترجموں کا فرق ملاحظہ ہو۔ بابل میں موصوف کے بنائے ہوئے دو شیطانوں ہاروت ماروت کی جگہ (یا ان کے ساتھ!) اب دو فرشتے بھی داخل کردیئے گئے! اب تو صرف اتنی کسر باقی رہ گئی کہ تحریف کی بساط لپیٹ کر ہاروت وماروت کو بھی اس کے ساتھ ملا دیا جائے (جس طرح کہ آیت میں فی الواقعہ ہے) تو موصوف کا ترجمہ یہ ہو جائے "نہ اتارا گیا بابل شہر میں دو فرشتوں ہاروت وماروت پر" پھر تو ان کا کھیل ہی ختم ہو جاتا ہے ہاروت وماروت فرشتے ثابت ہو جاتے ہیں "ماموصولہ" کو "ما نافیہ" لینے کے باوجود بھی قرآن کی یہ آیت ان کا ساتھ نہیں دیتی اور انکے باطل استدلال کی عمارت منہدم ہو جاتی ہے

سچ ہے جھوٹ بولنے والے کا حافظہ باقی نہیں رہتا و قتاً فوقتاً ذہن میں اٹھنے والی لہریں شکوک و شبہات پھیلانے کا کام دیتی ہیں۔ ان کی تحریر پر معمولی غور و فکر سے موصوف کی فریب کاری کھل جاتی ہے۔ اب کوئی موصوف سے پوچھے کہ احادیث صحیحہ کے انکار کا جواز پیدا کرنے کے مقصد سے انہوں نے جو آیات قرآنی کی تحریف کی ہے اور اپنے مطلب کے معنی پہنائے ہیں اس پر وہ اپنے آپ کو عنداللہ ماجور سمجھتے ہیں یا مقہور؟ موصوف رب ذوالجلال کے فرمان سے کیسے بے پرواہ ہیں

۱۔ **"فمن اظلم ممن کذب علی اللہ و کذب بالصدق اذجاءہ الیس فی جہنم مثوی للکٰفرین"** (الزمر۔ ۳۲)

ترجمہ : اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور جب سچائی اس کے پاس آئی تو اسے جھٹلا دیا۔ کیا ایسے لوگوں کے لئے جہنم میں ٹھکانہ نہیں ہے؟

۲۔ **"ومن اظلم ممن کتم شہادۃ عندہ من اللہ وما اللہ بغافل عما تعملون"** (البقرہ آیت ۱۴۰)

ترجمہ : اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اس شہادت کو چھپائے جو اس کے ذمہ اللہ کی طرف سے ہے۔ جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اس سے غافل نہیں ہے۔

۳۔ **"فمن اظلم ممن کذب بایٰت اللہ وصدف عنہا سنجزی الذین یصدفون عن ایاتنا سوء العذاب بما کانوا یصدفون"** (الانعام آیت ۱۵۸)

ترجمہ : تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی آیات کی تکذیب کرے اور (لوگوں کو) ان سے پھیرے۔ جو لوگ ہماری آیتوں سے پھیرتے ہیں اس پھیرنے کے سبب ہم ان کو برے عذاب کی سزا دیں گے۔

ذرا سوچئے کہ کسی انسان کو شیطان کہنا کتنی بڑی گالی تصور کی جاتی ہے' پھر فرشتوں کو شیطان بنا دینا تو یقیناً فرشتہ دشمنی کی بد ترین مثال ہے۔ یاد رہے کہ انسانوں میں تو شیاطین الانس کا وجود ثابت ہے لیکن فرشتے تو اللہ کی نافرمانی کر ہی نہیں سکتے جیسا کہ بتا دیا گیا کہ **لا یعصون اللہ ما امرھم** ...... (یعنی فرشتے اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے ....)

قارئین! یہ انداز تو کسی ملحد' کافر یا منکر حدیث ہی کا ہو سکتا ہے ایک مومن جو فکر آخرت اور خوف و خشیت کے اوصاف کا حامل ہو ہرگز اتنا غیر محتاط' لاابالی اور بے لگام نہیں ہو سکتا۔ اور پھر ستم بالائے ستم یہ کہ اللہ کی آیات میں الحاد کرے (آیات کے سیدھے معنی میں ٹیڑھ پیدا کرے' صاف اور سیدھے معنی چھوڑ کر غلط معنی کا جامہ پہنا کر خود بھی گمراہ ہو اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے) اس کے کرتوت اللہ سے پوشیدہ نہیں جیسا کہ حم السجدہ میں فرمایا :۔

"ان الذین یلحدون فی ایاتنا لا یخفون علینا افمن یلقی فی النار خیر امن یاتی امنا یوم القیمۃ ○ اعملوا ما شئتم ○ انہ بما تعملون بصیر۔

(حم السجدہ ۔ ۴۰)

ترجمہ : جو لوگ ہماری آیتوں کو الٹے معنی پہناتے ہیں وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ (سوچو تو سہی کہ) جو شخص آگ میں ڈالا جائیگا وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن کے ساتھ آئیگا؟ تم کرتے رہو جو چاہو بے شک اللہ تمہاری تمام حرکتوں کو دیکھ رہا ہے۔

کیا یہ مولوی مالک کائنات سے بے خوفی' بے باکی میں اس قدر آگے بڑھ گیا کہ رب ذوالجلال کی اس تنبیہہ کو بھی فراموش کر بیٹھا :۔

"من كان عدوا الله وملئكته ورسله وجبريل وميكال فان الله عدو للكفرين"

(البقرہ آیت نمبر۹۸)

ترجمہ : جو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل ومیکائیل کا دشمن ہے تو اللہ ان کافروں کا دشمن ہے۔

اب موصوف اپنی حیثیت وانجام کا تعین کرلیں۔ "بعض" کے کہنے سے فرشتوں کے ساتھ دشمنی کی روش اختیار کرنے کا وہی انجام ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے یہود کے لئے مقرر فرمادیا ہے عیاذا باللہ!

لیکن ستم ظریفی تو یہ ہے کہ موصوف جھوٹ کو سچ اور باطل کو حق ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہوئے ہیں (سب کچھ جانتے بوجھتے!) خود تو ہاروت وماروت کو شیطان بنایا اور داعی حق کی حیثیت سے پیش کردکھایا اور ہم پر الزام کہ ہم نے "فرشتوں کی شیطان کے ساتھ تمثیل کی" (ضمیمہ صفحہ ٦)

قارئین حبل اللہ کی عبارت پر نظر ڈال لیں تو معلوم ہوگا کہ ہم نے تو صرف قرآن کی آیت کا صحیح ترجمہ ہی بیان کیا ہے اپنی طرف سے کچھ اضافہ نہیں کیا (موصوف کی طرح!) شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت وماروت کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

"وما یعلمان من احد......" (لبقرہ آیت ۱۰۲)

ترجمہ : وہ (ہاروت وماروت) کسی کو بھی سحر نہ سکھاتے جب تک کہ اس پر واضح نہ کردیتے کہ ہم تمہارے لئے فتنہ (آزمائش) ہیں' (اور یہ جادو کفر ہے) پس تو کفر نہ کر"

اب دیکھ لیجئے ان فرشتوں نے اللہ کی طرف سے تفویض کردہ اتمام حجت

کے ایک مشن کو پورا کیا، گمراہی کی طرف لپکنے والوں، سحر کے شائقین کو سخت اور دوٹوک الفاظ میں متنبہ کردیا کہ "یہ عمل کفر ہے تم اس سے مجتنب رہو"

ذرا سوچئے! یہ شیطانی کام ہوا یا ایک ربانی منصوبہ! مولوی جب تک انکار حدیث کی عینک نہ اتارے اس اصول اور نص صریح کو نہ سمجھ سکے گا اور اسی طرح ہیر پھیر اور بھول بھلیوں میں غوطے کھاتا رہیگا۔

الا باذن اللہ

آگے ملاحظہ فرمائیں آیت نمبر ۱۰۲ کے اگلے حصہ **"وماھم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ"** کو عجیب ہی معنی پہنائے گئے ہیں جو نہ سیاق وسباق کا ساتھ دیتے ہیں اور نہ منشائے الٰہی سے ہم آہنگ ہیں۔ اس سلسلہ میں انہیں کوئی حامی ملا ہے تو وہ معتزلین، انکار حدیث کے علمبردار یا جدید آزاد خیال مفکرین جیسے ابوالکلام آزاد جو اپنی کتاب "غبار خاطر" میں سورہ الانعام کی آیت **"قل من حرم زینتہ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق"** پیش کرکے موسیقی کو بھی جائز قرار دیتے ہیں! یہی ہیں وہ جنہوں نے اپنی تفسیر میں انسان کی تخلیق کو ڈارون کے نظریہ ارتقاء کے تحت ثابت کرڈالنے کی مذموم سعی کی ہے کسی نے ٹھیک ہی کہا ہے۔ کند ہم جنس باہم جنس پرواز.........

اس آیت کی تشریح وتاویل میں بھی مولوی موصوف نے علمی دلائل کی بجائے مولویانہ فنکاری کے نمونے پیش کئے ہیں اور ہیر پھیر کے ذریعہ یہ باور کرانیکی ناکام کوشش کی ہے کہ حبل اللہ میں جو معنی بیان کئے گئے ہیں اس سے بے شمار آیات کی تردید ہوتی ہے، معاذ اللہ۔ اس فریب کاری کا جائزہ پیش کرنے سے قبل

یہ دیکھ لینا مناسب ہوگا کہ الاباذن اللہ کے معنی کیا ہیں۔

قارئین لفظ "الا" کے معنی ہیں "مگر" یا "سوائے"۔ یہ کلمہ استثنا' یا حصر کے طور پر استعمال ہوتا ہے (حصر کے معنی ہیں گھیرنا یا محصور کرنا۔ یہ عموماً جملہ میں زور پیدا کرنے کے لئے مستعمل ہے)۔ عموماً مثبت فقروں میں "الا" استثنا کے لئے استعمال ہوتا ہے اور منفی فقروں میں حصر کے لئے۔ مثال کے طور پر ہم کہیں "سب لوگ باہر چلے جائیں سوائے فلاں شخص کے" یہ استثنا کی مثال ہے' سب کو باہر جانے کی اجازت ملی سوائے ایک شخص کے جو مستثنیٰ ہوا۔ حصر کے لئے کثیر الاستعمال کلمہ طیبہ کی مثال پیش کی جاتی ہے۔ **لا الہ الا اللہ** میں **الا** کے ذریعہ حصر کیا گیا یعنی بتایا گیا کہ الہ (معبود) صرف اور صرف اللہ ہی ہے کوئی اور نہیں۔ اسی طرح .... "**فلا کاشف لہ الا ھو**" ...... بھی حصر کی مثال ہے۔ فرمایا کہ اللہ مصیبت میں ڈالے تو کوئی بھی مصیبت دور نہیں کر سکتا سوائے اللہ کے' یعنی کاشف الضر صرف اور صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔ یہاں یہ بات بھی سمجھ لی جائے کہ کوئی فقرہ جب استثناء (**الا**) کے ساتھ ہو تو بالاستثناء یا مشروط ہوتا ہے اور بغیر استثناء (یعنی بغیر **الا** کے) ہو تو مطلق اثبات یا انکار ہوتا ہے چنانچہ یہ دونوں مثالیں انکار بالاستثناء کی ہیں (مطلق انکار نہیں) ان میں اگر کلمہ استثناء "**الا**" نہ ہو تو یہ مطلق انکار ہوگا جو ایک طرح کا الحاد ہو جائیگا اور امر واقعہ کا صریح انکار۔ قرآن میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

قارئین! ہم نے طویل بحث کو مختصر اور آسان الفاظ میں پیش کر دیا ہے۔ اس سے آیت کے معنی سمجھنے میں انشا اللہ آسانی ہو جائیگی۔ پہلے ہم آیت کا لفظی ترجمہ پیش کرتے ہیں ملاحظہ ہو :۔

وماھم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ :- وہ اس (سحر) کے ذریعہ کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے مگر اللہ کے اذن سے۔

صاف ظاہر ہے کہ سلسلہ کلام سحر کے تعلق سے ہے اور "بہ" کی نسبت سحر کے ساتھ ہے۔ مزید یہ کہ "**وما ہم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ**" میں سحر کی تاثیر کا مطلق انکار نہیں کیا گیا بلکہ "انکار بالا استثناء" ہے جو حصر کے معنی میں ہے۔ بالفظ دیگر بتایا گیا ہے کہ سحر کی تاثیر صرف اور صرف اذن اللہ ہی پر منحصر ہے یعنی بغیر اذن اللہ یہ تاثیر کالعدم باذن اللہ موجود۔ کائنات کا پورا نظام اذن اللہ کے اسی قانون کا پابند ہے۔ اس کی مزید تفصیل آئندہ سطور میں سامنے آئے گی۔ اس کے برعکس موصوف کا یہ فرمانا کہ "**وماھم بضارین بہ من احد**" میں عام قانون بیان کیا اور الا باذن اللہ میں اپنی قدرت کو بیان کیا" (ضمیمہ صفحہ ۲) یہ تلبیس اور کتمان حق کرنے اور امر واقعہ کو جھٹلانے کی مذموم کوشش ہے۔ موصوف نے آیت کے اس حصہ کو پچھلی آیت کے سلسلہ اور ربط سے علیحدہ کر کے مبہم تاویل کر ڈالی۔ آیت کا مطلب صاف ہے اور اس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں کہ جس طرح کائنات کا پورا نظام اذن اللہ پر منحصر ہے بالکل اس طرح سحر کے ذریعہ مضرت رسانی کا دارومدار بھی اذن اللہ پر ہے۔ اب قارئین خود غور فرمالیں کہ آیت کے یہ معنی اور تشریح تو سلسلہ کلام اور سیاق و سباق کے عین مطابق ہے اور تقریباً ہر مترجم و مفسر نے یہی معنی بیان کئے ہیں۔ اس میں نہ تو ادھر ادھر کی کوئی تاویل کی گئی ہے اور نہ کسی لفظ کو کوئی غیر معروف معنی پہنائے گئے ہیں۔ اس کے برعکس بشیر احمد صاحب نے اپنے مضمون و ضمیمہ میں سیاق و سباق سے ہٹا کر تاثیر سحر کی مطلق نفی کرنے کی کوشش کی ہے یعنی کلمہ استثناء الا کو سلسلہ کلام سے حذف کر کے

"انکار بالاستثنا" کو "انکار مطلق" میں بدل دیا ہے۔ یہ کتمان حق ہے اور تحریف قرآن' ساتھ ہی ساتھ یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ "سحر کا اثر باذن اللہ تسلیم کرنے سے سینکڑوں آیات قرآنی کی تکذیب و تردید ہوتی ہے۔(ضمیمہ صفحہ ۲)

ماشاء اللہ کیا عالمانہ و محققانہ شان ہے! ہم پہلے تو یہ عرض کریں گے کہ ان کا یہ دعویٰ قطعاً بے دلیل ہے اور سراسر باطل اور امر واقعہ کو جھٹلانے کے مترادف۔ اس کا ہم انشاءاللہ مزید ثبوت پیش کریں گے۔ البتہ یہاں یہ ضرور کہیں گے کہ اگر یہ مولوی انکار حدیث کی عینک اتار دیں تو پوری آیت کے معنی بیان کرنے کے لئے نہ تو اس محکم آیت کی غیر ضروری تاویل کرنا پڑیگی اور نہ تحریف' اور نہ آیت کو توڑ کر ایک حصہ کو قرآن کی دوسری آیات کے ساتھ ملانا پڑیگا جو اس وقت یہ محض اپنی ضرورت کے تحت کر رہے ہیں بلکہ ہمارے بیان کئے ہوئے معنی جو تقریباً تمام ہی مترجمین و مفسرین نے اختیار کئے ہیں (سوائے معتزلین و منکرین حدیث کے) وہ ان کو دیگر آیات کے مطابق ہی نظر آئیں گے۔ موصوف نے ضمیمہ کے صفحہ [illegible] پر ہمارے بارے میں جو فرمایا ہے کہ ہم نے آیت کے یہ معنی محض ضد کی وجہ سے اختیار کئے ہیں تو موصوف کا یہ الزام بھی قطعاً بے بنیاد ہے جو فی الحقیقت موصوف نے یوم التغابن اور سوء حساب سے بے خوف ہو کر عائد کر دیا ہے۔ کاش موصوف اپنے نفس لوامہ کی آواز سن پائیں تو ان کو یاد آجائے گا کہ کچھ عرصہ قبل تک تو وہ بھی یہی معنی کرتے رہے تھے۔ کیا یہ صحیح نہیں؟ پھر یہ خود ہی فیصلہ کرلیں کہ ضدی و ہٹ دھرم مولوی موصوف ٹھہرے یا ہم! اب یہ اور بات ہے کہ پٹڑی سے اترنے کے بعد تو رنگ جہاں ہی بدل گیا' غلط صحیح ہو گیا اور صحیح غلط!

قبول حق مشیت الٰہی کے ساتھ مشروط

موصوف کی فریب کاری کی انتہا ملاحظ ہو کہ حبل اللہ والوں کی مماثلت کی جا رہی ہے حیات و سماع کے قائلین کے ساتھ کہ

"وہ اس آیت کے ذریعے ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور" مردوں کے سماع کو اللہ کی مشیت کے ساتھ مشروط قرار دیتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے **ان اللہ یسمع من یشاء** میں قدرت کو بیان کیا اور **وما انت بمسمع** میں عام قانون بیان کیا"

(ضمیمہ صفحہ ۲)

یہاں تو مولوی صاحب اپنی احمقانہ فریب کاری کے جال میں خود ہی پھنس گئے۔ یہی دلیل تو مشرک فرقہ پرست مردوں کے سماع کے نظریہ کے دفاع میں پیش کرتے ہیں کہ تم لوگ اللہ کے قانون قدرت کا انکار کرتے ہو کیا وہ مردوں کو نہیں سنا سکتا۔ ہم انکو جواب دیتے ہیں اللہ چاہے تو بے شک سنا سکتا ہے اسکا انکار نہیں' لیکن اللہ کا بنایا ہوا قانون یہی ہے کہ مردے نہیں سن سکتے۔ ان فرقہ پرستوں کی طرح موصوف نے بھی یہ تشریح سیاق و سباق سے صرف نظر کرتے ہوئے کی ہے اور قانون قدرت کے اصول کا بے محل سہارا لیا ہے۔

قارئین غور فرمائیں کہ یہاں زندوں کو مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ یہ مشرکین مردوں ہی کی طرح ہیں کیونکہ اللہ کے قانون کے مطابق مردے نہ سنتے ہیں نہ جواب دیتے ہیں' اسی طرح یہ مشرکین بھی دعوت حق کو قبول کرنا تو کجا اسکو سننے کیلئے بھی تیار نہیں' البتہ اللہ جسکو چاہے سنا دے یعنی دعوت حق کی طرف مائل فرما دے۔ یہاں پر **"ان اللہ یسمع من یشاء"** کا یہی مفہوم ہے۔ بالفاظ دیگر قبول حق مشیت الٰہی کے تابع اور

اسی کے ساتھ مشروط ہے۔

اب آیئے الا باذن اللہ کی مزید تحقیق کی طرف۔ قرآن میں انکار یا نفی کے ساتھ یہ کلمہ استثناء "الا" بے شمار جگہ استعمال ہوا ہے۔ آیت الکرسی میں "**الا باذنہ**" لا کے بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی شفاعت نہ کرسکے گا بغیر اللہ کے اذن (حکم واجازت) کے۔ سورہ نباء میں فرمایا کہ جب بارگاہ رب ذی الجلال میں فرشتے صف بستہ ہونگے تو کوئی لب کشائی نہ کرسکے گا سوائے اس کے جس کو رحمٰن اذن فرمائے اور وہ صحیح بات ہی کہے گا۔ اسی طرح سورہ تکویر و سورہ دہر میں "**وما تشائون الا ان یشاء اللہ**" کے ذریعہ انساں کی چاہت وخواہش کو اللہ کی مشیت پر منحصر کردیا گیا۔ ان آیات میں "الا" انکار کے ساتھ استثناء مع الحصر کا عمل کررہا ہے یعنی اختیار کل اللہ تعالیٰ ہی کے دست قدرت میں ہے اور اس میں کوئی بھی کلی یا جزوی طور سے شریک نہیں۔ اب موصوف ان آیات میں بھی اپنا **الا باذن اللہ** کا ترجمہ والا اصول استعمال کریں یعنی "**من ذالذی یشفع عندہ**" میں عام قانون بیان کیا گیا ہے اور **الا باذنہ** میں اللہ کی قدرت بیان کی گئی اسی طرح "**وما تشائون**" میں عام قانون بیان کیا گیا اور "**الا ان یشاء اللہ**" میں اللہ کی قدرت بیان کی گئی ہے۔ ثابت ہوا کہ موصوف کی دلیل بے بنیاد ہے۔

ذرا غور فرمائیں! انسان کو اللہ تعالیٰ نے امتحان کے مقصد سے خلق فرمایا، اس کو سمیع وبصیر بنایا، راستہ دکھایا اور بندگی وشکر گذاری یا کفر کی روش اختیار کرنے کی آزادی عطا فرمائی (سورہ دہر)۔ خیر کے طلبگار اور جنت کے سچے آرزومند کے لئے توفیق احسن اور شر کا ذوق رکھنے والے کے لئے مہلت وچھوٹ کا اعلان بھی فرمادیا۔ "توفیق خیر" اور "مہلت شر" دراصل امتحان کے لئے آزادی واختیار

دینے کی حکمت و منصوبہ کا ہی حصہ ہے اور توفیق و مہلت دنوں پہلو اللہ تعالیٰ کی مشیت ہی کے تابع اور اسی پر منحصر ہیں' نہ کسی سے عمل خیر کا ارتکاب ہو سکتا ہے بغیر اللہ کی توفیق کے اور نہ ہی کوئی امر شر ممکن ہے بغیر رب کی مہلت کے۔ بالفاظ دیگر توفیق احسن اور محدود مہلت و چھوٹ کا اثبات واعلان **"الا باذن اللہ"** اور **"الا ان یشاء اللہ"** میں مضمر ہے اور قرآن کی بے شمار آیات اس کو ثابت کرتی ہیں۔ اذن و مشیت الٰہی کا مفہوم اس سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔ سحر بھی شر الامور میں سے ہے اور بلاشبہ بدترین امر شر ہے۔ اس امر شر یعنی سحر کو بھی اسی طرح مہلت و چھوٹ ہے جس طرح دیگر شر الامور کو اور اس کا ارتکاب بھی بغیر اذن اللہ کے ناممکن اور اذن اللہ کے ساتھ ممکن ہے۔ اب تو بات پوری طرح واضح ہو گئی کہ مذکورہ آیت کے معنی **"الا باذن اللہ"** کے ساتھ بالکل درست ہیں اور متعلقہ قرآنی آیت سے ہم آہنگ ہیں' انکو کسی طرح بھی ان کلمات سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس مسئلہ پر آئندہ صفحات میں مزید روشنی ڈالی جائے گی۔

نافع وضار۔ محدود لا محدود کی بحث

اب موصوف ذرا اپنے موقف پر نظر ڈالیں جس کا اظہار ضمیمہ کے صفحہ ۲ پر کیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"اب اگر جادوگر کو نافع وضار اللہ کی مشیت و اذن اور وقتی طور پر دیئے ہوئے اختیار کو تسلیم کر لیا جائے تو ان آیات اور اس مفہوم کی سینکڑوں آیات کی تکذیب و تکفیر ہوتی ہے اور اور تضاد پیدا ہوتا ہے........" (ضمیمہ صفحہ ۲)

مولوی صاحب! اپنے الفاظ پر غور تو کریں کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ سحر کی تاثیر

باذن اللہ ماننے سے ساحر نافع وضار کیسے ہوگیا؟ دراصل اللہ تعالیٰ نے امتحانی منصوبہ کے تحت جو مہلت و چھوٹ دی ہے اس اصول سے صرف نظر کرکے موصوف ایسے بھٹکے ہیں کہ قرآنی آیات کی من مانی تاویل کرنے اور حقائق کو جھٹلانے پر مجبور ہوگئے ہیں۔ غور کیجئے! اگر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے کوئی کسی کو فائدہ پہنچادے یا دی ہوئی چھوٹ کے تحت کوئی تخریب کار کسی کو نقصان پہنچادے تو کیا اس کو نافع یا ضار کہا جائے گا؟ پھر تو ڈاکٹر سائنس دان بڑے نافع وضار ہوئے!۔ ڈاکٹر کے علاج سے مریض کو فائدہ ہوتا ہے چنانچہ مریض ڈاکٹر کے پاس دوڑ دوڑ کے جاتے ہیں۔ سائنس دان اور ماہر ٹکنالوجی بم و میزائل کے ذریعہ تباہ کاری کا باعث بن سکتا ہے تو ان کے استدلال کے مطابق تو یہ سب ہی نافع وضار ہوگئے' کلی نہ سہی جزوی و وقتی ہی سہی۔ آپ نے دیکھا! یہاں موصوف کی انکار حدیث کی بنیاد پر اٹھنے والی اس جاہلانہ منطق کی یہ عمارت منہدم ہوجاتی ہے' یعنی یا تو لا محدود چھوٹ اور اختیارات کو بھی مانو ورنہ چھوٹ اور مہلت کے اصول کو رد کردو اور نص قرآنی کا صریح انکار کرکے حقیقت کو یکسر جھٹلا دو! معاذاللہ۔ یہاں اس امر کی نشاندہی کرنا بھی مناسب ہوگا کہ ابن کثیر تو ایسی تفسیر ہے جس میں رطب و یابس کی بھرمار ہے' صحیح کے ساتھ ساتھ ضعیف و موضوع روایات اور ہر فکر کے مفسرین کے اقوال اس میں موجود ہیں۔ کتب تفسیر یا دیگر کتب کا مطالعہ کرتے ہوئے انسان نصوص قطعیہ کا خیال ولحاظ رکھے تو صحیح پہلوؤں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اغلاط سے گذر جائے گا لیکن موصوف نے تو انکار حدیث کی عینک لگا کر ہی اس کا مطالعہ

کیا ہے۔ چنانچہ ان کو صرف اور صرف اپنے مطلب کی چیزیں ہی نظر آئیں اور موقف ۔۔۔ خلاف باتیں نظر نہ آئیں لہٰذا اپنے "ذوق سلیم" کے مطابق بعض کو لیا اور بعض کو چھان دیا۔ اس عینک سے جہاں موصوف کو معتزلہ اور آزاد خیال مفکرین کے اقوال نظر آگئے اور ساتھ ہی رومانوی و افسانوی عورتوں والے اور انسانوں کو گدھا بنانے والے گمراہ کن اقوال بھی نظر سے او جھل نہ ہوئے، وہاں ان کو اعتدال کی راہ اختیار کرنے والے محتاط مفسرین و محدثین کے اقوال جو نصوص شرعیہ و قطعیہ کے عین مطابق تھے وہ نظر نہ آئے۔ یہ دراصل انکا نہیں بلکہ اس عینک کا قصور ہے!

اگر موصوف اس چھان پھٹک میں نصوص قرآن ہی کو ملحوظ رکھتے اور اللہ تعالیٰ کا آفاقی اصول مہلت برائے امتحان ان کے پیش نظر ہوتا تو ان کو صحیح موقف کو اپنانے کا موقعہ ملتا، پھر ان کو اس طرح قرآن کی ظالمانہ تحریف نہ کرنا پڑتی۔ لہٰذا ہم مولوی موصوف پر زور دیں گے کہ چھچھورے پن اور سطحیت بینی کی روش چھوڑ کر ذرا سنجیدگی سے مسئلہ پر غور کریں۔ سورہ دہر میں جہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

"وما تشاءون الا ان یشاء اللہ"

(تم نہ چاہو گے جب تک اللہ نہ چاہے)

وہاں یہ بھی واضح فرمادیا:

"ان اللہ کان علیما حکیما"

(بے شک اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے)

یہاں ایک طرف تو یہ بتایا گیا کہ ہدایت و گمراہی کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی مشیت پر منحصر ہے یعنی رب کریم کی مشیت کے تحت ہدایت کے سچے طلب گار کو ہی ہدایت ملتی ہے اور گمراہی کا ذوق رکھنے والے کو بھٹک جانے کی چھوٹ۔ نہ تو ہدایت کسی پر ٹھونسی جاتی ہے اور نہ گمراہی کی طرف کسی کو دھکیلا جاتا ہے۔

اس سے مشیت کا مفہوم مزید واضح ہو جاتا ہے۔ دوسری بات یہ واضح کی گئی کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت پر مبنی نظام کے تحت ہے۔ بہرحال اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے سے یہ بات بخوبی واضح ہونا چاہئے کہ محدود آزادی' اختیار اور چھوٹ دینے سے کوئی نافع وضار نہیں ہوا کرتا۔ یہ محض خام خیالی اور خود فریبی ہے۔ مزید وضاحت کے لئے چند اور مثالوں پر بھی غور فرمالیں:۔

ڈاکٹر دوا دے کر علاج تو کر سکتا ہے لیکن شفاء نہیں ہوتی۔ **الا باذن اللہ۔**

آگ جلا نہیں سکتی' زہر نقصان نہیں پہونچا سکتا۔ **الا باذن اللہ**

دیکھئے شدید مرض میں مبتلا مریض مختلف ڈاکٹروں کے پاس گھومتا رہتا ہے لیکن شفا اللہ کے اذن سے اسی دوا سے اور اسی وقت ہوتی ہے جس سے اور جب اللہ نے مقدر فرمادیا ہے۔ سائنس دان اور ماہرین ٹیکنالوجی انسانی منفعت و مضرت کے لئے تحقیق تو کر سکتے ہیں لیکن (کسی ایک حد تک بھی) وہ کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتے۔ **الا باذن اللہ۔**

ثابت ہوا کہ ڈاکٹر' سائنس دان و انجینئر کو چھوٹ اور مہلت عمل محدود دائرہ اختیار میں عطا کی گئی لیکن وہ نافع وضار ہرگز نہیں۔ الغرض' اللہ پر ایمان

رکھنے والا زندگی کے ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ ہی کو نافع و ضار سمجھتا ہے کسی اور کو نہیں، جو کسی اور کو بھی سمجھے وہ کافر و مشرک ٹھہرا۔ پھر یہ بھی ایک بدیہی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم اسباب میں منفعت و مضرت کا قانون اسباب کے تحت رکھا ہے لیکن اس طرح کہ کسی کو نفع یا نقصان کے لا محدود اسباب عطا نہیں فرمائے اور نہ ہی حامل اسباب کو نافع و ضار قرار دیا بلکہ سب کو قانون اذن و مشیت کے تابع رکھا۔ مولوی موصوف نے "مشیت محدود و غیر محدود اور عام و خاص" کا احمقانہ شوشہ چھوڑا ہے (ضمیمہ صفحہ ۳) کیا مولوی قرآن و حدیث سے اتنا بے بہرہ ہے کہ یہ بنیادی بات بھی نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات لا محدود ہیں۔ اس کی مشیت لا محدود۔ اختیارات، قدرت، حکمت الغرض ہر صفت ربانی لا محدود۔ اس کے بر عکس جن و انس کے ذرائع محدود وسائل، آزادی و اختیار، مہلت و چھوٹ غرض یہ کہ جن و انس کو عطا کردہ ہر چیز محدود ہے کوئی چیز لا محدود نہیں سحر کی تاثیر لا محدود مشیت ربانی کے تابع ضرور ہے لیکن یہ نہ تو لا محدود ہے اور نہ عام۔

بہر نوع، یہ تو مادی دائرہ کار یا عالم اسباب کے مشاہدات و قوانین ہیں جن سے شاید موصوف انکار نہ کر سکیں۔ ان سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی ہے کہ خیر و شر کے جو مظاہرات مختلف شکلوں میں عالم اسباب میں نظر آتے ہیں وہ خیر کے لئے اللہ تعالیٰ کی تائید و توفیق اور شر کے لئے مہلت کے حکیمانہ نظام کے تحت ہی ہیں۔ شر کے لئے یہ چھوٹ کا قانون نہ ہوتا تو عادل حقیقی کی کائنات میں اس زمین پر یہ ظلم و جور کے محاذ نہ کھلے ہوتے، قتل و غارت گری، لوٹ مار، آبرو ریزی اور خون

خرابہ کا بازار گرم نہ ہوتا' ایٹم و میزائل ہیروشما' ناگاساکی اور دوسری اللہ کی آباد کی ہوئی بستیوں کو تباہ نہ کرپاتے۔ اور فرعون بنی اسرائیل کو بڑی تعداد میں قتل نہ کروا سکتا جس کا ذکر قرآن میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے **"یذبحون ابناء کم و یستحیون نساء کم وفی ذالکم بلاء من ربکم عظیم"**۔ (البقرہ آیت ۴۹)

ترجمہ:۔ "وہ تمہارے بیٹوں کو ذبح کردیتے تھے اور عورتوں کو زندہ رکھتے تھے' اس میں تمہارے رب کی طرف سے شدید آزمائش تھی۔"

اور سب سے بڑھ کر' کفرو شرک کا یہ دور دوبارہ اللہ کی زمین پر نہ ہوتا۔

رب ذوالجلال کا محض ارادہ ہی ان تمام شیاطین الانس کو ایک لمحہ میں سیدھا کردیتا۔

دراصل یہ مہلت رب ذوالجلال کے اس آفاقی منصوبے اور فیصلہ کا حصہ ہے جس کا ذکر قرآن میں آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین کے واقعہ کی شکل میں متعدد مقامات پر کیا گیا ہے۔ سورۃ الحجر میں

"فانک من المنظرین" .... (الحجر آیات ۳۷)

(ترجمہ:۔ تو تجھے مہلت ہے)

کے الفاظ میں قیامت تک کے لئے شیطانی عمل کو مہلت دی گئی۔ لیکن یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ابلیس لوگوں کو گمراہ کرنے کے عزم و ارادہ کا اظہار تو کرتا ہے لیکن ساتھ ہی اپنی اس بے بسی کا بھی اعتراف کرتا ہے کہ "میں تیرے مخلص بندوں کو نہ بہکا سکوں گا۔" قرآن کے الفاظ ہیں۔

"الا عبادک منهم المخلصین" (سوائے تیرے مخلص بندوں کے)....(الحجر آیت ۴۰)

اللہ تعالیٰ بھی اسکو جتلا دیتا ہے کہ

"بلا شبہ میرے (سچے) بندوں پر تیرا بس نہ چلے گا' تیرا زور تو ان (گمراہی کا ذوق رکھنے والوں پر) ہی چل سکے گا جو تیری پیروی کریں.....(الحجر آیت ۴۲)

دیکھئے سورہ الحجر کی آیت (۳۶-۴۲) میں جہاں اس منصوبہ ربانی کا جامع انداز میں ذکر فرمایا گیا ہے' وہاں شر کی حدود کا بھی تعین فرمادیا گیا۔ یعنی شیطان کو لامحدود چھوٹ نہیں دی گئی' اسکا دائرہ کار شر کی طرف رغبت رکھنے والوں تک ہی محدود ہے۔ اسی طرح سورہ بنی اسرائیل (آیت ۶۲ تا ۶۵) میں اس مسئلہ یعنی مہلت شر کو بالتفصیل واضح فرمایا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ابلیس اور دیگر شیاطین الجن کا دائرہ کار غیر مادی' غیر حسی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ غیر مادی عالم اسباب (یا دائرہ کار) میں بھی اسی طرح محدود چھوٹ دی گئی ہے جس طرح مادی یا حسی عالم اسباب میں۔ اس کا انکار کرنے والا قرآن کی بے شمار آیات اور احادیث صحیحہ کا منکر اور نصوص قطعیہ کا کافر ٹھہرے گا۔ اب بھی اگر موصوف محدود چھوٹ برائے شر کے لئے دلیل طلب کریں تو پھر ان سے زیادہ ہٹ دھرم کون ہو گا؟

الغرض' اسی محدود دائرہ کار کے تحت شیاطین الانس میں ساحروں کو بھی کچھ چھوٹ ملی ہوئی ہے لیکن وہ بھی مشیت الٰہی اور اذن اللہ کے قانون میں جکڑے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ایک جادوگر ہزار جادو کرے لیکن اس سے کوئی نقصان نہیں

ہو سکتا الا باذن اللہ۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ یہ تمام عوامل اللہ تعالیٰ کے امتحانی منصوبہ کا حصہ ہیں۔ اصل میں مشکل یہ ہے کہ انکار حدیث کا نشہ جو مولوی موصوف کے قلب وذہن پر طاری ہوگیا ہے اس نے موصوف کو بالکل ہی اندھا کر دیا ہے جس کے نتیجہ میں قرآن و صحیح حدیث میں جو کچھ ان کے موقف سے متصادم ہو اسکو موصوف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے ورنہ غیر مادی دائرہ کار میں شر کے لئے مہلت و چھوٹ کی تصدیق کرنے والی بے شمار قرآنی آیات اور صحیحین کی روایات مل سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر مسلم کی ایک روایت ملاحظہ ہو:۔

"جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے اور پھر اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے کہ وہ لوگوں کو فتنوں میں مبتلا کریں۔ اس سے مقرب ترین وہ ہوتا ہے جو زیادہ سے زیادہ فتنہ انگیز ہو۔ ان میں سے ایک آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے ایسا ایسا کیا تو شیطان کہتا ہے تو نے کچھ نہ کیا۔ پھر ان میں سے ایک آکر کہتا ہے کہ میں نے فلاں شخص کو نہ چھوڑا جب تک کہ اسکے اور اسکی بیوی کے درمیان جدائی نہ کرادی۔ ابلیس اسے قریب کرلیتا ہے اور کہتا ہے تم بہت اچھے ہو (اعمش کا کہنا ہے کہ میرا خیال ہے کہ انہوں نے یہ فرمایا کہ وہ اسکو گلے لگالیتا ہے" (مسلم)

اب مولوی موصوف غور فرمائیں! کیا اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے چیلوں میں سے شیاطین الجن کو چھوٹ دی ہے کہ وہ میاں بیوی میں افتراق کی کوشش کریں اور اللہ کے اذن و مشیت سے انہیں کبھی کامیابی بھی ہوتی ہے جیسا کہ درج بالا

حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ اگر شیاطین الجن کے لئے اصول مہلت تسلیم ہے تو شیاطین الانس کے لئے انکار کیوں؟ موصوف کی پریشانی خیالی ملاحظہ ہو، ضمیمہ میں فرماتے ہیں:۔

"یہودی جادو کے ذریعہ میاں بیوی میں جدائی ڈال دیتے تھے کیا یہ محدود اثر ہے کیا یہ نفسیاتی اثر ہے کیا یہ وقتی اثر ہے کہ دونوں کے درمیان طلاق ہوگئی" (ضمیمہ صفحہ ۳)

ہم موصوف کو مشورہ دیں گے کہ اپنے ذہن وخیال کے کل پرزے درست کرلیں، انکار حدیث کی عینک اتار دیں تب ہی ان کو حق نظر آئے گا۔ سحر کے محدود اثرات کے بارے میں تو پچھلے صفحات میں دلائل کے انبار لگادیئے گئے ہیں اور اس کے محدود اثرات کے وجود کو ناقابل تردید دلائل سے ثابت کردیا گیا ہے، یہاں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں، دوسرے یہ کہ ہم نے سحر کے اثرات کو نفسیاتی اس لئے کہا ہے کہ قرآن میں اور صحیحین کی روایات میں **"یخیل الیہ"** کے الفاظ ہی استعمال ہوئے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام پر سحر کے اثر کے لئے یہی الفاظ استعمال ہوئے جس کی حبل اللہ میں پوری طرح وضاحت کی گئی ہے۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کے واقعہ کی صحیح روایات میں بھی یہ الفاظ ہیں۔ الغرض قرآن و حدیث سے خیالات کی حد تک ہی اثر اندازی کا ثبوت ملتا ہے (ٹی۔بی، کینسر، دمہ وغیرہ کا کوئی ثبوت نہیں) اور اسی کو نفسیاتی اثر کہا جاتا ہے۔ اور ہم دلائل کے دائرہ کو قرآن و حدیث تک ہی محدود رکھتے ہیں اور "بعض، بعض" کے اقوال کو

قرآن وحدیث پر مسلط نہیں ہونے دیتے۔ مومن کے لئے قرآن وحدیث ہی حجت ہے۔ اب موصوف جتنا چاہیں "یخیل الیہ" کے معنی ومفہوم کا کھینچ تان کرتے رہیں۔ موصوف کے انداز کو سفیہانہ کہا جائے تو ناگوار ہوتا ہے' اب ان کی فقیہانہ شان بھی ملاحظہ ہو۔ کہتے ہیں "یہ وقتی اثر ہے کہ دونوں میں طلاق ہو گئی" گویا کہ موصوف کے نزدیک کسی وقتی اثر سے طلاق بعید از امکان ہے۔ کیا ان کو یہ نہیں معلوم کہ وقتی طور سے غصہ کی شدت میں اکثر تین مرتبہ طلاق دے دی جاتی ہے' طلاق تو ہو جاتی ہے لیکن غصہ کرنے والا وقتی حماقت پر ندامت کا شکار ہوتا ہے۔ غصہ وقتی ہوتا ہے لیکن اسکا اثر طلاق کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے اور طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ موصوف کو چاہئے قرآن وحدیث کے معاملہ میں شوشے چھوڑنے اور باطل کو ملمع سازی ورنگ آمیزی کے ذریعہ حق میں گڈمڈ کرنے کی روش سے باز آجائیں۔ ذرا سوچیں کہ قرآن کے صحیح مفہوم سے روگردانی کے نتیجہ میں کہاں تک صحیحین کی روایت کا یکے بعد دیگرے انکار کرتے رہیں گے۔ ہم ان کی رہنمائی کے لئے ایک اور صحیح حدیث پیش کرتے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا:۔

ان الشیطٰن یجری من الانسان مجری الدم"......(بخاری مسلم)

یعنی شیطان انسان کی رگ وپے میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔

یہ حدیث بھی قرآنی آیات اور دیگر صحیح روایات کی طرح شیطانی وسوسہ اندازی کا اثبات کرتی ہے۔ جس طرح سورۃ الناس میں ان وسوسوں کے شر سے

اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کا انداز سکھایا گیا بالکل اسی طرح سورۃ الفلق میں نفاثات ؔ فی العقد کی شکل میں سحر کے شر سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی اب ذرا غور کرنے کی بات ہے کہ قرآن وحدیث تو شیاطین کی وسوسہ اندازی اور انسانی معاملات پر اثر ڈالنے کے مسئلہ کو کثرت سے بیان کرتے ہیں تو کیا موصوف کے نقطہ نظر سے یہ دائرہ کار محدود ہے یا لا محدود؟ اگر موصوف ذرا اس مسئلہ پر ہی غور کرلیں تو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور اس موقف کو تسلیم کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔ شیاطین کو دی گئی یہ چھوٹ اگر لامحدود یا مطلق و قطعی ہوتی تو انسان تو اس کے مقابلہ میں بے بس و بے اختیار ہی ہوتا' پھر امتحان کیسا؟ الغرض یہ بات بے شمار آیات قرآنی واحادیث صحیحہ پر مبنی دلائل سے مسلمہ طور پر پایہ ثبوت کو پہنچی کہ شیاطین الانس والجن کو مادی وغیرمادی دائرہ کار میں بنی نوع انسان کو ایذا رسانی اور گمراہ کرنے کی جو مہلت عمل اور چھوٹ ملی ہے اسکا دائرہ کار محدود ہے' لامحدود ہرگز نہیں۔ لہٰذا ہم پھر عرض کریں گے کہ اگر ضد وہٹ دھرمی کی روش ترک کی جائے تو اس موقف کو تسلیم کرنے میں کوئی بھی عذر مانع نہیں رہتا کہ سحر بھی شر الامور میں سے ہے اور اسکی تاثیر باذن اللہ قرآن واحادیث سے ثابت ہے اور یہ بالیقین محدود ہے' لامحدود ہرگز نہیں۔ موصوف اس پر بھی غور فرمائیں کہ پرویزی وقادیانی فرقوں نے پہلے تو عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول کے نظریئے کا انکار کیا پھر قرآنی آیات کو اپنے نظریہ کے دفاع کے لئے مطلوبہ معنیٰ کا جامعہ پہنایا اور اس کے بعد درجنوں احادیث کو (جن میں خاصی بڑی تعداد صحیحین کی ہے)

قرآن کے خلاف قرار دیکر ان کا انکار کردیا۔ کیا موصوف بھی اسی روش پر گامزن ہیں؟ موصوف کو چاہیے پہلے قرآن کے معنی و مفہوم صحیح حدیث کے مطابق اختیار کریں پھر دیکھیں کہ کونسی آیات کی تکذیب ہوتی ہے۔ غلط عینک لگاؤ گے تو سب غلط نظر آئے گا۔

کیا شر کے وجود و اثرات کا اثبات اس کو برحق ماننے کا اقرار ہے؟

مصدق السحر کی بحث

مندرجہ بالا سطور میں خیر و شر کو خلق فرمانے اور اسکے ذریعہ جن وانس کو امتحان میں ڈالنے کے منصوبہ ربانی کا مختصر خلاصہ قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش کیا گیا۔ موصوف کی تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اس پہلو پر کماحقہ غور نہیں کیا یا اس کے بارے میں وہ شک میں مبتلا ہیں جس کی تفصیل آگے آرہی ہے' ورنہ اتنے اہم مسئلہ سے صرف نظر کرکے ایسے سطحی نوعیت کے بے تکے شوشے چھوڑنے کی نوبت شاید نہ آتی جن سے ان کے کتابچے بھرے پڑے ہیں۔ بہر نوع ان کی علمی خیانت اور آنکھ میں دھول جھونکنے کی کوشش کے کچھ اور نمونے پیش کئے جاتے ہیں ملاحظہ ہوں:۔ ضمیمہ کے صفحہ اپر سرخی جمائی ہے: "جادو کی تاثیر سچ ہے' حق ہے۔" یہ سرخی جما کر اس فریب کار نے یہ غلط تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ حبل اللہ کے مضمون میں گویا سحر کے سچ یا حق ہونے کا موقف پیش کیا گیا ہے' پھر اسکے فوراً بعد صفحہ ۷' ۴۸' ۴۹' ۵۱ وغیرہ کی کچھ سطور نقل کردی ہیں گویا کہ یہ سطور ثبوت ہیں ان کے مزعومہ اتہام کا۔

لطف کی بات یہ ہے کہ ان اقتباسات میں سے کسی میں بھی "سحر سچ ہے یا حق ہے" کے الفاظ نہیں اور نہ ہی حبل اللہ کے مضمون میں کسی جگہ یہ الفاظ

ملیں گے نہ کسی عبارت سے یہ نتیجہ یا مفہوم اخذ کیا جا سکتا ہے بلکہ پیش کردہ اصولی موقف کا اس سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ ایک فنکار مولوی کی طرح موصوف نے مدلل عبارت کو توڑ مروڑ کے ان کو اپنے الفاظ کا جامعہ پہنا کر بغیر رائی کے پہاڑ بنا کھڑا کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ قارئین! حبل اللہ کے مضمون میں اس مسئلہ پر تنظیم کا موقف قرآنی آیات اور صحیح احادیث کی زبان میں واضح کردیا گیا تھا اور اب پھر اسکا اعادہ ان دو ٹوک الفاظ میں کیا جاتا ہے کہ ہم اس عقیدہ و موقف سے (یعنی سحر کو سچ و حق ماننے سے) برات و بیزاری کا اعلان کرتے ہیں اور ایسا عقیدہ رکھنے والے یعنی سحر کو سچ و حق ماننے والے کو کافرو مشرک سمجھتے ہیں۔ الحمد اللہ، ہم اس مولوی کی طرح الفاظ کے استعمال میں غیر محتاط یا بے لگام بھی نہیں کہ ہمیں بار بار الفاظ یا موقف بدلنا پڑے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے شیطانی شر سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ سحر کو سچ یا حق ماننے کے معنی تو یہ ہیں کہ کوئی عمل سحر کو پسندیدہ نگاہ سے دیکھے، اس کے کرنے اور کرانے کو درست سمجھے، اسکو گناہ نہ سمجھے بلکہ کار خیر ہی سمجھے اور سحر کرنے و کرانے والے کو جہنمی قرار نہ دے بلکہ اسکے ساتھ راہ و ربط رکھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"من اتی کاھنا فصدقہ بما یقول فقد کفر بما انزل علی محمد" (ابوداؤد)

یعنی جو کاھن کے پاس جائے اور پھر اسکے قول کی تصدیق کرے یعنی اسکے قول و علم کو سچ کہے اس نے محمدؐ پر نازل شدہ دین کا کفر کیا۔

ایک سچا مومن تو ساحر و کاھن کے قول و عمل کو کفر سمجھتا ہے، اس سے قطعا برات و بیزاری کا اعلان کرتا ہے، وہ بھلا اس سے انسیت کا اظہار اور اسکی تصدیق کرے گا یا اس کے کافرانہ و مشرکانہ قول و عمل اور گمراہی کی روش سے بیزاری و

نفرت کا اظہار و اعلان کرے گا!

قارئین! ہم نے حبل اللہ کے مضمون اور اس تحریر میں قرآن و حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ سحر کا اثر باذن اللہ ثابت ہے لیکن ساتھ ہی واضح طور سے جتلادیا کہ عمل سحر یقیناً کفر و شرک ہے' اسکا کرنے والا بلا شبہ کافر و مشرک ہے اور یہ بھی واضح کردیا گیا کہ قرآن و حدیث کی نظر میں جو چیز کفر و شرک ہو اس کو برحق قرار دینا انتہا درجہ کی جہالت و حماقت ہے۔ جو اس کو کافر و مشرک نہ مانے وہ بھی کافر مشرک ہے ان تمام تصریحات کے باوجود مولوی موصوف کی حماقت ملاحظہ ہو۔ کہتے ہیں:

"یہ لفظ حق سے دھوکہ دے رہا ہے حالانکہ لفظ حق صاف اور سادہ ہے مثلا جنت و دوزخ حق ہے یعنی جنت اپنی تمام صفات کے ساتھ موجود ہے ثابت ہے اور ہم مانتے ہیں اسی طرح حبل اللہ والے جادو کو سچ اور حق جانتے اور مانتے ہیں.....(ضمیمہ ۷)

اسی کو کہتے ہیں سورج سے آنکھیں بند کر کے پکارنا "اندھیرا ہے' اندھیرا!"

قارئین حبل اللہ کے مضمون کو دیکھ جائیں پھر موصوف کے سفید جھوٹ کا اندازہ کریں کہ حبل اللہ میں تو سحر کو سچ یا حق کہیں نہیں کہا گیا اور نہ ہی اسکی جنت وجہنم سے تمثیل و تشبیہ کی گئی ہے' یہ تو محض مولوی موصوف کی ذہنی اختراع اور صریح اتہام ہے۔ حبل اللہ میں تو سحر کے وجود اور اسکی تاثیر کو باذن اللہ ثابت کیا گیا ہے۔ مولوی موصوف اسی موقف کو تصدیق سحر کہتے ہیں تو ہم موصوف کی عبرت نگاہی کے لئے بخاری ہی کی ایک اور حدیث پیش کرتے ہیں:۔

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ہر صبح کچھ عجوہ کھجوریں (ایک

دوسری روایت میں سات کھجوریں) کھائیں اسے رات تک نہ زہر نقصان پہنچائے گا اور نہ سحر" (بخاری۔ کتاب الطب)

دیکھئے! نبی السلام نے سحر کی تاثیر کی تصدیق فرمادی ہے۔ اب یا تو موصوف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو "مصدق السحر" بنا کر مسند احمد کی روایت کے مطابق جہنمی قرار دیں (معاذ اللہ تم معاذ اللہ۔ **نعوذ باللہ من شر الشیاطین من الانس والجن**) یا توبہ کریں اور ایمان خالص کی طرف رجوع کریں۔ ویسے ان کو دوسرا نسخہ زیادہ محبوب ہے یعنی حدیث کا انکار! دراصل موصوف کا نقطہ نظر ہی یہ ہے کہ سحر کے وجود واثر کو (قرآن و حدیث کے مطابق بھی) تسلیم کرنا اسکو برحق ماننا ہے تو پھر ہم ان سے کہیں گے کہ انصاف کی رو سے تو اسکا لازمی تقاضہ یہ ہونا چاہئے کہ یہ انداز فکر صرف سحر تک ہی موقوف نہ رہے بلکہ ہر قسم کے شر کے لئے اس اصول کا اطلاق ہو چنانچہ پھر موصوف کو یہ ماننا پڑے گا کہ:

۱۔ ہر قسم کے شر کے وجود کو تسلیم کرنا گویا اس کو برحق ماننا ہے' اور پھر شر کا مرتکب' کبائر میں ملوث' کافر' مشرک' چور' ڈاکو' زانی اور قاتل سب ہی برحق ہیں!

۲۔ شیطان کے وجود اور اس کے وسوسوں کی شر انگیزی کو تسلیم کرنے کے معنی یہ ہوں گے کہ شیطان اور اسکے کارنامے برحق ہیں۔ فرعون اور اسکے ظالمانہ کرتوت بھی برحق ہیں کیونکہ انکا بھی کوئی انکار نہیں کرتا۔

۳۔ شیاطین الانس والجن جو جن وانس کو گمراہ کرنے میں سرگرم ہیں' ان کے وجود اور مہلت عمل کو تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ شیاطین الجن والانس اور ان کی شر انگیزیاں برحق ہیں۔

اب اگر موصوف کا موقف و نظریہ مندرجہ بالا نکات سے ہم آہنگ ہے تو

پھر مولوی صاحب یہ بھی بتاتے جائیں کہ کیا شیاطین برحق ہونے کے باوجود بھی جنہمی ہیں؟ اب تو مولوی موصوف کے لئے دو ہی راستے ہیں یا تو شیطان' اسکے وسوسوں اور ہر قسم کے شر کے وجود کا مطلق انکار کردیں یا ان سب کو برحق قرار دے کر خود اپنی ہی اصطلاح میں "مصدق الشر" اور "مصدق الشیطان" بن جائیں۔ فیصلہ مولوی پر ہی موقوف ہے۔

مزید یہ کہ اس صورت میں موصوف کے نقطہ نظر سے یہ گروہ جنتی قرار دیئے جائیں گے' کیا موصوف اسکے لئے تیار ہیں؟ سوچ سمجھ کر فیصلہ کریں' ہیر پھیر اور دوغلے پن کا رویہ اختیار نہ کریں۔

کیا اللہ تعالیٰ صرف خالق خیر ہے' خالق شر نہیں؟

موصوف کی جہالت اور علمی خیانت کے مزید چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں' ملاحظہ ہوں' فرماتے ہیں:۔

"اس جہالت کو ثابت کرنے کے لئے اور جہالت کو پیش کیا اور وہ ہیں شیطان اور اسکے گمراہ کن وسوسے۔ کیا شیطان کو اللہ نے نازل کیا ہے کہ جاؤ میرے بندوں کو کفرو شرک سکھاؤ........وغیرہ۔" (ضمیمہ ۶)

موصوف کی اس عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ شیطان اور اسکے گمراہ کن وسوسوں کے وجود کو تسلیم کرنے میں موصوف کو کچھ تردد رہے اور اس پر بھی کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرما کر حکم دیا ہے کہ وہ بندوں کو گمراہ کرے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ وہ غیر سنجیدہ اور تمسخرانہ انداز میں "علمی لطیفے' دینی اور ایمانی دھوکے" کی سرخی کے تحت فرماتے ہیں۔

"صفحہ ۵۰ پر لکھتا ہے کہ یہ (جادو کا علم) تو شیطانی کلمات خبیثہ اور الفاظ

ہوتے ہیں دیکھا لطیفے ہی لطیفے ہیں کیا اللہ تعالیٰ نے شیطانی کلمات خبیثہ اتارے ہیں..." (ضمیمہ ص ۲)

قارئین! ذرا موصوف کے ان علمی شگوفوں کو قرآن کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھئے، ملاحظہ ہو۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے **"قلنا اهبطوا منها جميعا۔"** (البقرہ آیت ۳۸) کہہ کر آدم وحوا علیہما السلام اور ابلیس لعین کو زمین پر اترنے کا حکم دیا۔ سورہ طٰہٰ میں **"قال اهبطا منها جميعا"**... الخ (طٰہٰ آیت ۱۲۳) کے الفاظ میں دونوں فریقوں یعنی شیطان اور انسان کو زمین پر اترنے کا حکم دیا۔ قارئین ہم نے گزشتہ صفحات میں سورہ بنی اسرائیل اور سورہ الحجر کی آیات کے حوالہ سے شیطان کو زمین پر اتارنے اور گمراہی کے لئے چھوٹ دینے کے منصوبہ الٰہی کا خلاصہ پیش کیا ہے، جس کو قرآن میں سورہ اعراف آیات ۱۳-۱۸ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل میں **"قال اذهب... الخ"** (بنی اسرائیل آیت ۶۳) کے الفاظ میں شیطان کو زمین پر جانے کا حکم ملا اور یہ بھی کہہ دیا گیا کہ "ان میں سے بہکاتا رہ جس کو بھی اپنی آواز سے بہکا سکے (یعنی اپنی طرف راغب کرے) اور ان پر اپنے سوار اور پیادوں کو چڑھا کر لاتا رہ.... الخ" (بنی سرائیل آیت ۶۴) ملاحظہ ہو قرآن تو یہی کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص منصوبہ کے تحت شیطان کو بھیجا ہے اور اس کو جن وانس کو گمراہ کرنے کی چھوٹ و مہلت دی ہے۔ اتنی کثیر آیات کے باوجود بھی مولوی موصوف کو شک ہے چنانچہ کہتا ہے "اللہ تعالیٰ نے شیطان کو بھیجا ہے کہ جاؤ میرے بندوں کو گمراہ کرو؟" (ضمیمہ ص ۲) اس لطیفہ گو مولوی کو کتاب اللہ کا مذاق اڑاتے ہوئے ذرا شرم نہ آئی، اللہ سے بے خوفی کی کیا شان ہے! یہ تو منکر حدیث ہی نہیں بلکہ منکر قرآن نکلا۔